بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخبارِ طلباء

منہج کتاب و سنت لیے میدان عمل میں طلباء کا ترجمان

شمارہ نمبر 2 فروری 2013ء ربیع الاول، ربیع الثانی 1434ھ جلد نمبر 13

ان شہداء کا قرض ہے ہم پر

ابو حنظلہ عبدالرحمٰن جانباز شہیدؒ

تحریکِ آزادئ کشمیر

عزم و استقلال لازوال قربانیوں اور جواں ہمت حوصلوں کی امین

ہم پاکستانی ہیں پاکستان ہمارا ہے

ماہنامہ
اخبارِ طلباء
لاہور
منہج کتاب وسنت لیے میدان عمل میں طلباء کا ترجمان

شمارہ نمبر 2 فروری 2013ء۔ ربیع الاول/ربیع الثانی 1434ء جلد نمبر 13

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

ادار یہ		احمد سدید	2
حالات حاضرہ	اخبارِ عالم	بلال غزنوی	26
تفسیر القرآن	تفسیر سورۃ محمد ﷺ	پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ	10
فکر ونظر	نشانوں پر نگاہ رکھنا	ارسلان سلفی	12
	ایک امتحان اور بھی ہے	اصغر صارم، UET	21
	جمہوریت	اسامہ، UOL	28
	ویلنٹائن ڈے	عثمان افتخار	36
کیر یئر کونسلنگ	میں میٹرک کے بعد کیا کروں؟	حنظلہ عماد، جامعہ پنجاب	14
تعاقب	تعلیمی اداروں میں بڑھتا الحاد	وقار احمد، FCCU	18
	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس	ساجد الرحمٰن	40
تعلیم وتعلم	طلباء کارنر	فہد اللہ، UAAR	24
تزکیہ وتربیت	یاایھا الذین امنوا	احسان الٰہی تبسم	30
	تکلفاتِ زندگی سے بے نیازی	انجینئر علی حیدر	34
آپ کی آراء	قارئین کے خطوط، تجاویز، تبصرے	ادارہ	39
سائنس و یو	خون کا عطیہ	اعجاز احمد، AIMC	41
پھول ستارے	متقی خلیفہ، عادل بادشاہ، مسجد کے آداب	ادارہ	44
تعارف	گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی فیصل آباد	محمد فرقان، نعمان اشرف	48

4
تحریک آزادیٔ کشمیر
محمد راشد

8
افغانستان سے امریکی انخلاء
انیس الرحمن

16
مقبوضہ بیت المقدس میں یہودی بستیوں کی تعمیر
عبدالرحمن

32
ابوحنظلہ عبدالرحمٰن جانباز شہید رحمہ اللہ
ابوبکر مدنی

فی پرچہ 15 روپے، سالانہ 150 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپی ممالک پونڈ
70	30	20

PO BOX No. 966, GPO LHR.
akhbaretalaba@yahoo.com
Ph: 0334-7551755

احمد سدید

حالات کے بدلتے تیوروں سے ”نام نہاد جمہوریت“ ڈھل رہی ہے
قوم ازلی دشمن بھارت سے سارے انتقام لینے کے لئے اپنا آپ کو تیار کرے

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ (سورہ المائدہ:82)

”یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں۔“

کاٹھ کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹتی ہے۔دو سال سے جس بات پر پوری قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی تھی بلاآخر وہ حقائق منظر عام پر آ ہی گئے۔ ہندو سے دوستی اور امن کی آشا کا پرچار کرنے والے اور ” ہماری تاریخ ایک ہے‘ آباؤ اجداد ایک ہیں‘تہذیب و ثقافت ایک ہے“ جیسی بیوقوفانہ باتیں کرنے والوں پر بالآخر اوس پڑ گئی ۔واقعہ یہ ہے کہ اس وقت پاک بھارت تعلقات انتہائی نازک موڑ پر ہیں۔خونی لکیر لائن آف کنٹرول پر مسلسل کشیدگی ہے۔ پاکستانی فوجی بھی شہید ہوئے ہیں اور بھارتی بھی جہنم واصل ہوئے ہیں۔پاکستانی ٹیموں کو واپس بھیجا اور کھیلنے سے انکار کیا گیا بلکہ پچھلے ماہ انہوں نے یہ گھٹیا حرکت کی ہے کہ بلائنڈ کرکٹ ٹیم کے کپتان کو دھوکے سے تیزاب پلا دیا۔دوسری طرف تجارت کی بات کریں تو پاکستانی سیمنٹ میں ہیروئن کی برآمدگی کا دعویٰ کر کے اس پر پابندی لگائی جبکہ بھارتی مال سے حال ہی میں اسلحہ برآمد ہونے کے ثبوت ہیں جو پاکستان میں دہشت گردی کی وارداتوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ بھارت کی اندرونی صورتحال اس وقت گھمبیر ترین ہے۔رکن پارلیمنٹ اکبر اویسی کو مسلمانوں پر مظالم کے خلاف آواز اٹھانے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔وزیر داخلہ شندے نے اعتراف کیا ہے کہ مالی گاؤں، مکہ مسجد اور سمجھوتہ ایکسپریس بم دھماکوں میں انتہا پسند ہندو ملوث ہیں اور راشٹریہ سیوک سنگھ‘ بھارتیہ جنتا پارٹی و دیگر ہندو تنظیموں کے کیمپ انڈیا میں چل رہے ہیں جہاں مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔ظلم تو برسوں سے جاری مگر لاوا اب پھٹا ہے اور شاہ رخ جیسے لوگ بھی بولنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اس سے نسلی امتیاز برتا جاتا ہے۔دنیا بھر میں سیکولر جمہوریت کا دعویٰ کرنے والوں کی ایسی سبکی ہوئی ہے کہ انہیں منہ چھپانے کو جگہ میسر نہیں۔

ہمیں معاملے کے بنیادی پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ پاکستان تقسیم ہند کا نامکمل ایجنڈا ہے۔1300 سال قبل اس خطے میں محمد بن قاسم کے ذریعے اسلام کی آمد ہوئی۔اسی وقت یہاں ہندو اور دیگر قومیں آباد تھیں۔ ہندومت کوئی الہامی مذہب نہیں ہے۔دنیا کا گندا ترین مذہب جس میں لڑکیوں کو زندہ دفنایا جاتا ہے۔ جہاں مرنے کے بعد مردے کو جلایا جاتا ہے۔خاوند کے مرنے کے بعد بیوی اس کے ساتھ ستی ہو کر جل مرے یا ساری زندگی نحوست کی علامت بن کر زندگی گزارے۔جوان لڑکیوں کو دیوتاؤں کی کی داسیاں جبکہ حقیقت میں پنڈتوں کی بدکاری کے لئے وقف کر دیا جاتا ہے۔جوان لڑکیوں کو دیوتاؤں کے چرنوں میں قربان کیا جاتا ہے اور اس کے خون سے دیوی ، دیوتا کو غسل دیا جاتا ہے۔ مادر زاد الف ننگا رہنے والے ان کے سادھو مذہبی لحاظ سے محترم ہوتے ہیں۔جن کے تین کروڑ سے زائد خدا ہیں‘انسانی شرم گاہ تک پوجتے ہیں‘ گائے کا پیشاب پیتے ہیں۔ بلکہ ہندو وزیراعظم ڈیسائی نے یہاں تک کہا تھا کہ میں روزانہ اپنا پیشاب پیتا ہوں۔ذات پات کا نظام ایسا ہے کہ دلت (شودر) اگر برہمن کی کسی چیز کو ہاتھ بھی لگا دے تو وہ پلید ہو جاتی ہے۔دلت طبقہ وہ ہے جس کی حیثیت ہندو دھرم میں جانوروں سے بھی بدتر ہے اور ہندوؤں کے علاوہ باقی مذاہب کے ماننے والے تو ان کے ہاں دلتوں سے بھی بدتر ہیں۔

محمد بن قاسم اور ان کے بعد غوری غزنوی رحمۃ اللہ علیہم نے یہاں لوگوں کو اسلام اور انسانیت سے روشناس کروایا۔**ان اخرج العباد من عبادہ العباد الی عبادہ رب العباد** ”ہم لوگوں کو غلامی سے نکال کر لوگوں کے رب کی غلامی میں لانا چاہتے ہیں“......جو بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے‘اس کے مصداق یہاں کے راجے راجاؤں کی طاقت ٹوٹی اور ظلم کی چکی میں پستے انسانوں کو اسلام کے شجر سایہ دار میں جگہ ملی تو لاکھوں کروڑوں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔تقریباً ایک ہزار سال تک یہاں اسلامی حکومت رہی پھر جب مسلمان دنیاوی زیب و زینت میں کھو گئے اور جہاد کو ترک کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ذلت ان کے حصے میں آئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ (سنن ابو داؤد 6434)

جب تم عینہ (سودی کاروبار) شروع کر دو گے اور بیلوں کے دُموں کو پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا جو اس وقت تک دور نہیں ہوگی جب تک تم اپنے دین یعنی جہاد کی طرف واپس نہ لوٹ آؤ گے۔

لہٰذا انگریز یہاں آیا اور قابض ہوگیا۔ **بعضھم اولیاء بعض اور الکفر ملة واحدہ** کے مصداق انگریز اور ہندو نے مل کر مسلمانون کا شدید استحصال کیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو درختوں سے لٹکا کر پھانسی دی گئی۔ ان کے ادارے، اوقاف، مدارس غرض ہر چیز انتقامی کاروائی کا نشانہ بنی۔ اس وقت مسلمانوں کی خلافت بھی کمزور تھی جو بالآخر ختم ہوگئی لہٰذا مسلمان مجتمع نہ ہوسکے۔ لیکن جیسے ہی تاج برطانیہ کمزور پڑا اور افغانستان میں رسوا ہوا تو برصغیر میں مسلمانوں کے لئے آزادی کی امید پیدا ہوئی۔ دوقومی نظریہ پیش ہوا جو حقیقت میں اسلام اور کفر میں فرق ہی کا نظریہ ہے کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ مذہب ہیں جو اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اقبال نے تصور دیا کہ جن خطوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے ان کو ملا کر الگ ملک تشکیل دیا جائے۔ ساری قوم اس پر متفق ہوگئی۔ انگریز نے یہاں سے جانا ہی تھا کیونکہ ان کا سورج غروب ہو چکا تھا لیکن جاتے جاتے اس نے ہندو سے مل کر سازش کی اور مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان میں شامل کر دیے۔ گورداسپور، فیروز پور، مشرقی پنجاب کے بیشتر مسلم آبادی رکھنے والے خطے ہندوؤں کو دے دیے۔ اسی طرح جن ریاستوں نے پاکستان کے ساتھ ملنے کا فیصلہ کیا ان پر ہندوؤں نے قبضہ کرلیا مثلاً کشمیر، حیدرآباد دکن، جونا گڑھ، مناوادر وغیرہ۔

ہندو بنئے کی دشمنی کھل کر سامنے آئی اور لاکھوں مسلمانوں کو شہید کردیا لاکھوں کو ہجرت کرنی پڑی۔ لاہور میں کئی ایسی ٹرینیں پہنچیں جن میں کوئی زندہ شخص موجود نہیں تھا۔ لوگ اس حال میں پہنچے کہ اولاد ہے تو والدین شہید، والدین ہیں تو اولاد شہید، بعض کا سارا سارا خاندان شہید کردیا گیا۔ ہزاروں مسلمان لڑکیوں کو اغوا کرلیا گیا جو آج بھی ہندوؤں، سکھوں کے گھروں میں ہیں۔ آبادی کے تناسب سے مسلمانوں کو علاقے نہیں دیے گئے بلکہ بہت بڑی سازش ہوئی۔ مسلمان اکثریتی علاقے آزاد نہ کئے گئے لہٰذا آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد پاکستان سے زیادہ ہے۔ اس غیر فطری تقسیم کی وجہ سے دونوں میں کشیدگی کم نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ موجود رہی اور اب تک چار بڑی جنگیں بھی ہوچکی ہیں۔1948، 65، 71 اور کارگل۔ خاص طور پر 71ء میں ہندو نے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا اور مشرقی پاکستان کو الگ کر کے بنگلہ دیش بنا دیا اور کہا کہ ہم نے دوقومی نظریہ خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔ پاکستان و بھارت کے مابین سب سے اہم معاملہ ''کشمیر'' کا ہے۔ بانی پاکستان نے جس کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ کہا، جہاں تقسیم کے وقت 80 فیصد آبادی مسلمانوں کی تھی، پاکستان کے سارے دریا جہاں سے نکلتے تھے، جس کے سارے زمینی راستے پاکستان سے ملتے تھے وہاں انڈیا نے زبردستی قبضہ جمایا۔ اپنی ساڑے آٹھ لاکھ فوج وہاں بٹھادی۔ پوری دنیا میں کہیں ایسی مثال نہیں ملتی کہ اتنے چھوٹے خطے میں اتنی بڑی فوج رکھی جائے اور ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو شہید، ہزاروں بیٹیوں کی عصمت دری، ہزاروں عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کیا گیا۔

اس کے ساتھ ساتھ بھارت کی اندرونی صورتحال پر نظر ڈالیں تو دلی ریپ کے بعد پورے ملک میں بے چینی ہے۔ طالبہ کے ساتھ چھ درندوں کی درندگی انسانی حقوق کے علم برداروں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ جو مسلمانوں کی بیٹیوں کی اجتماعی طور پر عصمت دری کریں، ان کی اپنی بیٹیاں بھی محفوظ نہیں رہتیں اور ایسے جانوروں کو زمین پر رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ **بل ھم اضل** بلکہ یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ اقلیتوں پر ظلم کی جو مثالیں ہندوستان میں ملتی ہیں وہ کہیں اور نظر نہیں آتیں۔ عیسائیوں کو زندہ جلانا، ہزاروں سکھوں کا قتل اور نہ جانے ظلم کے کون کون سے انداز...... اب تک دو ہزار سے زائد مسلم کش فسادات ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے مسلمان اب چیخ پڑے لیکن انہیں بولنے کی اجازت نہیں۔ اکبر اویسی جو سسٹم کے تحت منتخب ہوکر اسمبلی میں پہنچے انہیں گرفتار کرلیا گیا اور ناجائز مقدمات ان پر عائد کر دیے گئے۔ شاہ رخ خان جو مذہبی بھی نہیں، جس کی بیوی ہندو ہے، بچوں کے نام بھی ہندوؤں والے ہیں اسے بھی نہیں بخشا گیا اور ہندو تنظیموں اور عوام کی طرف سے اس کے خلاف اتنا واویلا کیا گیا کہ وہ بھی مجبور ہوکر بول پڑا کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ جہاں تک سیکولر جمہوریت کا یہ کہنا ہے کہ ہم دوسرے مذاہب کو بھی نمائندگی دیتے ہیں تو اول ایسا بالکل نہیں۔ دوم 25 کروڑ مسلمانوں کو دو سیٹیں دے کر، پھر ایسے مسلمانوں کو کوئی وزارت دینا جو ان کے منظور نظر ہوں جیسا کہ حالیہ دنوں میں سلمان خورشید، جس کا اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ اس کی بیوی ہندو ہے۔

لیکن انڈیا کو اب حالات کا رخ دیکھنا پڑے گا۔ امریکہ اور اس کے حواری افغانستان میں مار کھا کر اس سال وہاں سے جا رہے ہیں۔ انڈیا نے افغانستان میں امریکی موجودگی کا جو فائدہ اٹھانا تھا اٹھا لیا۔ ارون دھتی رائے کے مطابق ''انڈیا نے جو ظلم کیا، اب بھگتنا پڑے گا۔ انڈین آرمی چیف دہائی دے رہا ہے کہ امریکہ کے جانے کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟ ان کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ رپورٹیں شائع ہورہی ہیں کہ مجاہدین اب انڈیا کا رخ کریں گے اور کشمیر تو ہندوستان کا دروازہ ہے۔ اصل یلغار 25 کروڑ مسلمانوں اور تیس کروڑ شودروں کو مکار بنئے کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے ہوگی۔ اسی طرح بنگلہ دیش میں ہندوستان اس وقت ڈرامے کر رہا ہے۔ انٹرنیشنل ٹریبونل قائم کیا گیا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں اور اس کے تحت بنگلہ دیش کی آزادی میں مکتی باہنی کا ساتھ دینے والوں کو ایوارڈ دیے جا رہے ہیں۔ ہندو نواز حسینہ واجد کے دور میں پاکستان کے خلاف انتقامی کاروائیاں بھی کی گئی ہیں اور کیچڑ بھی اچھالا گیا ہے لیکن اب ان تماشوں سے کچھ نہیں بنے گا۔ ہندوستان اس وقت بیک فٹ پر ہے اور اس کا پروپیگنڈا اسے نہیں بچا سکتا۔

اہل پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ اس وقت کھڑے ہوں۔ میڈیا، فوج، عدلیہ اور اداروں پر طعن کی بجائے نظریاتی سرحدوں کا محافظ بنے۔ انڈیا کو بندگلی میں دھکیلے اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے تیاری کرے۔ **واستنصروکم فی الدین فعلیکم انصر**'' اور اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے''۔ نیز اپنے گھروں اور معاشروں کو ہندو تہذیب سے پاک کر کے خالصتاً اسلامی رنگ میں رنگیں۔ ذاتی اختلافات، صوبائیت، لسانیت، سیاست، مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اسلام اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

تحریکِ آزادیٔ کشمیر

عزم و استقلال، لازوال قربانیوں اور جواں ہمت حوصلوں کی امین

محمد راشد

5 فروری کا دن کشمیریوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے منایا جاتا ہے۔اُن ہزاروں کشمیری مسلمانوں کی یاد تازہ کی جاتی ہے جنھوں نے اپنی جان تو جان آفریں کے سپرد کردی لیکن کبھی بھی ہندوؤں کی غلامی کو قبول نہیں کیا۔اس راہ شہادت کو چننے والوں کی تعداد سوا لاکھ سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔اس سے بڑی تعداد معذور ہو چکی ہے۔کتنی ہی عفت مآب مائیں، بہنیں جنہیں کبھی غیر محرم نے نہیں دیکھا تھا وہ غاصب ہندوؤں کے ہاتھوں اپنے داغ دار دامن کو کشمیر کی آزادی کے نام کر چکیں ۔یہ قربانی کی داستانیں پاکستان کی آزادی سے لے کر آج تک جاری وساری ہیں۔کشمیری مسلمان ایک لمحہ کے لئے تھکے اور جھکے نہیں۔جس آب وتاب کے ساتھ قربانیوں کا سفر شروع کیا گیا تھا وہ اسی آب وتاب بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ جانبِ منزل گامزن ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں آج بھی یوم شہدا منایا جاتا ہے۔جب ایک کشمیری مسلمان اذان دینے کے لئے آگے بڑھا تو ہندو فوجی نے اسے گولی مار کر شہید کر دیا۔اس کے گرنے کے ساتھ ایک اور کشمیری آگے بڑھتا ہے اور اذان کا دوسرا کلمہ پڑھتا ہے تو ہندو فوجی کی گولی اسے بھی گرا دیتی ہے۔اسی طرح ایک ایک کر کے کشمیری آگے آتے رہے اور اذان کے کلمات پڑھتے گئے اور شہادت سے سرفراز ہوتے رہے۔اذان مکمل ہوئی تو بائیس کشمیری مسلمان اپنی شہادت کا نذرانہ پیش کر چکے تھے۔

اِس تحریک میں اُس کشمیری نوجوان کا خون بھی شامل ہے جو چھ بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔جس نے لال چوک میں پاکستان کا جھنڈا لہرایا۔اس میں کشمیری قیادت کی شہادتیں بھی شامل ہیں جس میں حالیہ طور پر شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی شہادت بھی ہے جب انہوں نے یہ نعرہ لگایا ''تیری منڈی، میری منڈی......راولپنڈی' راولپنڈی'' اور پاکستان کی طرف سفر کا آغاز کیا۔لاکھوں کشمیری ان کے ساتھ تھے اور بھارتی فوج نے ان پر سیدھی گولیاں برسائیں جن کی وجہ سے بہت سارے کشمیری اور شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔سید شوکت علی رحمہ اللہ جو Go India Go back تحریک کے روح رواں تھے ان کو شہید کیا گیا۔اسی طرح آپا آسیہ اندرابی کے شوہر ڈاکٹر قاسم فکتو جو عرصہ 19 سال سے جیل میں ہیں' ان کو بھی عدالت نے تاعمر قید کی سزا سنا دی ہے۔سید شبیر شاہ کا تحریک آزادی کشمیر میں ایک بڑا نام ہے۔وہ کشمیر سے باہر کسی ملک کا سفر نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا پاسپورٹ ابھی تک نہیں بنا۔انہوں نے آج تک اپنے آپ کو انڈیا کا شہری ہونا قبول نہیں کیا۔دنیا نے دیکھا کہ ایک میدان میں 15،15 لاکھ کشمیری جمع ہو کر یہ نعرہ لگاتے ہیں اور اقوام عالم کے سامنے پیغام رکھتے ہیں کہ ''پاکستان سے رشتہ کیا......لا الٰہ الا اللہ''۔انڈین آرمی کشمیریوں پر گولیاں برساتی ہے اور آنسو گیس کے شیل پھینکتی ہے اور کشمیری اس کا مقابلہ پتھروں اور غلیلوں سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

تحریک آزادی میں حصہ ڈالنے کے لئے ایک کشمیری کے گن اٹھانے کا مطلب ہے کہ انڈین آرمی اس کے اہل خانہ اور اس کے رشتہ داروں کو ٹارچر کرے گی۔کتنے ہی کشمیری نوجوان انڈین فوج کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم سے بے پرواہ ہو کر غاصب ہندو سے برسرِ پیکار ہیں۔وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ سسک سسک کر جان دینے سے بہتر ہے کہ بہادری سے لڑ کر جان اللہ کے سپرد کر کے اپنا نام شہیدوں کی فہرست میں لکھوا لیں۔وہ ٹیپو سلطان کے روحانی فرزند ہیں جو اس بات کو بھی جانتے ہیں کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

جموں کشمیر ہائی کورٹ کے سینئر وکیل کہتے ہیں ''فوج اور پولیس کو کچھ کالے قوانین کے تحت یہاں لامحدود اختیارات دیے گئے ہیں۔'' یہ قوانین خود بھارتی آئین کی دفعہ 21 کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔انہوں نے یورپین نمائندے کو بتایا کہ کشمیر میں اگر فوجی ماورائے عدالت قتل میں ملوث پایا جائے تو اس کا قانونی مواخذہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے لئے حکومت ہند کی وزارت دفاع کی اجازت لازمی ہے۔اس جنگل کے قانون کے تحت انڈین آرمی آنکھیں بند کر کے مظلوم کشمیروں کا قتل عام کر رہی ہے۔

صرف وادی کے اڑتیس قبرستانوں میں دو ہزار سے زائد گمنام قبریں ہیں۔انسانی حقوق کی تنظیموں کا دعویٰ ہے کہ پچھلے بائیس سالوں کے دوران جو دس ہزار افراد مبینہ طور پر لاپتہ ہوئے ہیں' ان میں سے بیشتر کو ان قبروں میں دفن کیا گیا۔ آج تک لاپتہ ہونے والوں کے لواحقین اپنے پیاروں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔انہیں کیا خبر کہ ان کے پیارے غاصب فوج کے ہاتھوں شہید ہو کر منوں مٹی کے نیچے دفن ہو چکے۔ان گمنام قبروں میں دفن ہونے والوں کو کس طرح شہید کیا گیا یہ ایک الگ داستان ہے۔کس طرح ان کو ٹارچر کیا گیا اور طرح طرح کے ظلم کی بھٹیوں سے گزارا گیا۔پھر انڈیا نے اس کیس کو دبانے کی کوشش کی کہ اگر یہ کیس کھل گیا تو وادی میں ایک نئی شورش کھڑی ہو جائے گی۔اسی

وہ دانشور جو کبھی ماسکو کے گرد گردش کیا کرتے تھے مگر سوویت یونین پر زوال آیا تو امریکہ کو اپنا قبلہ مان کر وہاں کی جبہ سائی کرنے لگ گئے اور اب دہلی کو اپنا قبلہ بنا رہے ہیں۔ کشمیر پالیسی میں جو تبدیلی لائی گئی ہے وہ پاکستان کے لئے خطرناک ہے

وجہ سے صحافیوں پر سخت پابندی ہے کہ وہ میڈیا پر اس کی خبر نہیں دے سکتے۔

مغرب، امریکہ اور اسرائیل آگے بڑھ بڑھ کر انڈیا کے ظلم وستم کی حمایت کرتے ہیں۔اس کے ساتھ دفاعی اور اقتصادی معاہدے طے ہوتے ہیں۔امریکی صدر انڈیا کا دورہ کرتا ہے لیکن اس کو کشمیریوں کا بہتا ہوا خون نظر نہیں آتا؟ کشمیر میں ہزاروں شہادتیں ہوئیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ ماورائے عدالت قتل ہوتے ہیں لیکن وہ انہیں دکھائی نہیں دیتے۔ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی بات کرتے ہیں اور ہمیں بھی یہ راستہ دکھاتے ہیں۔لیکن ان کے ہاں حقوق کی خلاف ورزی کا اطلاق کتوں پر تو ہوسکتا ہے' گھوڑوں پر وہ ترس کھاتے ہیں، عام انسان بھی ان کی ہمدردی کے مستحق ہیں' امریکہ کے سکول میں کچھ بچے قتل ہو جائیں تو اوباما رو پڑتا ہے لیکن ان کے نزدیک ایک پوری قوم کے انسانی حقوق کی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔انسانی حقوق کے متعلق ان کا تصور یہ ہے کہ وہ اپنی آزادی کو جتنی شدت سے پسند کرتے ہیں، اتنی ہی شدت کے ساتھ مسلمانوں کی آزادی سے خوف زدہ ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ کشمیریوں پر جو قیامت خیز مظالم ڈھائے جا رہے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ کشمیری پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں۔اس بات کا اظہار 80 سال کے بوڑھے سیدزادے سید علی گیلانی کرتے ہیں۔ جب وہ بیماری کی حالت میں ہسپتال میں نظر بند تھے تو لوگوں کا جم غفیر ہسپتال پہنچتا ہے۔ ان آنے والوں سے سید علی گیلانی خطاب کرتے ہیں۔خطاب کرتے ہوئے وہ اپنے ان جملوں کو کئی دفعہ دہراتے ہیں۔''اسلام کے رشتے سے ......ہم پاکستانی ہیں ...... پاکستان ہمارا ہے۔''

بھارتی سامراج نے مزدور کے بیٹے اور سیدزادے کے سامنے ایک نہیں درجنوں بار مقبوضہ کشمیر کی وزارت رکھی۔ایسی ہی ایک پیشکش کے جواب میں سید علی گیلانی نے کہا ''وزارت اعلیٰ کا منصب اس مقصد اور مشن کے مقابلے میں جس کے لئے میں نے اپنی زندگی وقف کر دی' پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔اس منصب کے لئے اپنا نصب العین اور اپنا مقصد زندگی قربان نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم بکاؤ مال نہیں ہیں کہ بھارت بڑی سے بڑی قیمت دے کر ہمیں خرید سکے اور نہ ہی ہم کسی طاقت کے سامنے جھکنے والے ہیں۔''

سید علی گیلانی دوٹوک الفاظ میں کہتے ہیں کہ ''میں بھارت کے ساتھ نام نہاد الحاق کو نہیں مانتا۔میں بھارتی سامراج کا باغی ہوں اور اس بغاوت کے جرم میں مجھے پھانسی کا پھندا بھی چومنا پڑا تو میں اس کو اپنی سعادت سمجھوں گا''

ایک وقت آئے گا جب تاریخ کا طالبعلم نینی جیل، سنٹرل جیل الہ آباد، سری نگرا اور دیگر جیلوں میں جہاں سید علی گیلانی نے اسیری کاٹی تھی، میں قائم یادگاروں کا دورہ کرے گا تو گاندھی کے پیروکاروں سے یہ سوال ضرور پوچھے گا کہ اگر بھگت سنگھ، راج دیو اور سکھ دیو کی جدوجہد آزادی کی داستاں تمہاری کتابوں کا حصہ ہے تو پھر کشمیریوں کو کیوں آزادی نہ دی گئی؟ وہ سید علی گیلانی کو نیلسن مینڈیلا سے بڑا آزادی کا متوالا قرار دے گا۔مگر عالمی اقوام کے ضمیر پر افسوس کا اظہار کرے گا جو نیلسن منڈیلا کو نسل پرستی کے خلاف جدوجہد میں حصہ لینے پر تو امن کے نوبل ایوارڈ کا حق دار قرار دیتا ہے، مگر وہ جو اقوام متحدہ کے چارٹر اور منظور کردہ قراردادوں کے مطابق حق خود داریت کے لئے جدوجہد کرتا رہا، اسے نظر انداز کیا جاتا رہا۔

سید علی گیلانی دوٹوک الفاظ میں کہتے ہیں کہ ''میں بھارت کے ساتھ نام نہاد الحاق کو نہیں مانتا۔میں بھارتی سامراج کا باغی ہوں اور اس بغاوت کے جرم میں مجھے پھانسی کا پھندا بھی چومنا پڑا تو میں اس کو اپنی سعادت سمجھوں گا۔''

آج کشمیری لاالہ الا اللہ کے رشتے کا پاس کرتے ہوئے قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ حالیہ ایام میں بھی چار جنوری سے جیل بھرو تحریک کا آغاز کیا گیا جس میں کشمیری رہنماؤں نے غلامی کے بجائے جیل کو پسند کیا۔اس کے جواب میں پاکستان کو بھی اس رشتے کا لحاظ کرنا ہے۔اللہ کا قرآن ہمیں ایک لڑی میں پروتا اور اس بات کا حکم دیتا ہے کہ:

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقوں میں نہ پڑو۔" (آل عمران:103)

اس سے مراد یہ بھی ہے کہ مسلمان کی کبھی بھی یہ سوچ نہیں ہوسکتی کہ وہ تو فلاں ملک میں رہنے والا، میرا اس سے کیا رشتہ ہے۔ وہ فلاں رنگ، فلاں نسل اور فلاں برادری کا۔ نہیں بلکہ اسلام ہمیں جوڑتا اور بھائی بھائی بناتا ہے۔

اس بات سے ہٹ کر کشمیر سے ہمارے اور بھی کئی ناطے ہیں۔ کشمیر ہماری شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمیں کشمیر کو اتنی ہی اہمیت دینی چاہیے جتنی کسی جسم کے لئے شہ رگ کی ہوتی ہے۔ جسم کے دوسرے اعضاء کے بغیر جینے کا تصور کیا جاسکتا ہے مگر شہ رگ کے بغیر نہیں۔ مشرقی پاکستان کی شکل میں ہمارا بازو کٹ گیا تو ہم کسی نہ کسی طرح جی رہے ہیں لیکن شہ رگ کٹنے سے تو زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔

ہندوؤں کی پاکستان دشمن ذہنیت سے کون سا پاکستانی نا آشنا ہے۔ جس نے 1971ء میں پاکستان کو دولخت کیا۔ اب پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر حملہ آور ہے، وہ اپنی تبدیل شدہ حکمت عملی کے تحت ڈھکے چھپے طریقوں سے پاکستان کو معاشی طور پر کمزور کرنا چاہتا ہے۔ دنیا سے تنہا کر کے ...... افغانستان میں پھیلائے گئے جاسوسی کے جال کے ذریعے ...... سرحد، جنوبی پنجاب، بلوچستان اور کراچی کے اندر انارکی کو ہوا دے کر، مسلمان کو مسلمان سے لڑوا کر اور افواج پاکستان کو بدنام کر کے پاکستان کو اندر سے دیمک کی طرح چاٹنا چاہتا ہے۔ ایک بہت بڑا وار جو کشمیر کی طرف سے ہمارے اوپر کر رہا ہے وہ دوستی کے روپ میں سندھ طاس کے معاہدے کے تحت پاکستان کے حصے میں آنے والے تین دریاؤں پر ڈیم بنا کر اور ٹنل کے ذریعے پانی کا رخ پھیر کر پاکستان کو بنجر بنانے کی سازش پر عمل ہے۔ آپ تصور کریں کہ اگر وہ اسی طرح ڈیم پر ڈیم بناتا رہا اور ہمارے دریاؤں کو اسی طرح خشک کرتا رہا تو آنے والے چند سالوں میں منظر نامہ کیا بنے گا؟ ہماری زمین اناج اور غلہ اگانا چھوڑ دے گی، پھر دوسری طرف ہم انڈیا کو MFN کا درجہ دینے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ اس سے کیا ہوگا ہماری زمین بنجر ہوگی، پھل اور سبزیاں جو پہلے ہماری زمین پر اگتی تھیں، ہم انڈیا سے ان کی بھیک مانگنے پر مجبور ہوں گے۔

ہمیں کشمیر کی جنگ کو اپنی جنگ سمجھنا ہوگا۔ لیکن افسوس! ہمارے ہاں ایک ایسا طبقہ ہے جس کو حکومت نے باہمی اعتماد کے نام پر بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو کم لباس اور زیادہ نمائش کا دلدادہ ہے۔ اسے بھارت کے کھلے کلچر میں ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ اسی طرح ہمارے غیر نظریاتی تاجروں کا طبقہ جو ہر قیمت پر دولت کمانے کا عادی ہو چکا ہے۔ انہیں بھارتی منڈیوں تک رسائی دیوانہ بنائے ہوئے ہے۔ پھر وہ دانشور ہیں جو کبھی ماسکو کے گرد گردش کیا کرتے تھے مگر سوویت یونین پر زوال آیا تو امریکہ کو اپنا قبلہ مان کر وہاں کی جبہ سائی کرنے لگ گئے اور اب یہ لوگ دہلی کو اپنا قبلہ بنا رہے ہیں۔ کشمیر پالیسی میں جو تبدیلی لائی گئی ہے وہ پاکستان کے لئے خطرناک ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر اسے واپس اپنے مقام پر لانا ہوگا۔ قوم کے اصحاب ضمیر پر فرض ہے کہ وہ اس صورتحال کا جائزہ لیں۔

ابھی لائن آف کنٹرول پر کشیدگی کی بھی عجب صورتحال ہے۔ اس پر بات کرتے ہوئے سابق آرمی چیف جنرل اسلم بیگ نے کہا "بھارت کا پروپیگنڈا الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مترادف ہے۔ بھارت کا یہ رویہ پسندیدہ قوم کا درجہ دینے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔" میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک طرف امن کی آشا اور دوسری طرف جنگ کا بھاشن دیا جا رہا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے حل تک مذاکرات ملاقاتیں کارگر ثابت نہیں ہو سکتیں۔ بھارت سے دوستی کے راگ وہ الاپتے ہیں جن کا دل پاکستان کے لئے نہیں کسی اور کے لئے دھڑکتا ہے۔"

سفارت کاری کے ذریعے بھارت نے پوری دنیا کے سامنے اپنی جھوٹی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹا۔ اس نے سفارت کاری کے ذریعے اقوام عالم کو اپنے ساتھ ملایا۔ مقبوضہ کشمیر کی آزادی کی جنگ کو دہشت گردی کا راگ الاپ کر دراندازی سے بدل دیا۔ پاکستان جو مظلوم کشمیریوں کا اللہ رب العزت کے بعد اخلاقی حمایت کی بدولت آخری سہارا تھا، وہ دنیا کی نظروں میں مجرم بنا دیا گیا۔ یہ سب کچھ پاکستانی سفارتکاروں کی واضح ناکامی تھی لیکن بدقسمتی سے نہ تو اس کی جانب توجہ کی گئی اور نہ ہی ذمہ داروں سے پوچھ گچھ کی گئی۔ ہمارے سفارت کاروں کو ساری دنیا پر واضح کر دینا چاہیے کہ جدوجہد آزادی اور دہشت گردی میں فرق ہے اور دوسری بات یہ کہ انسانی حقوق کا شور پوری دنیا میں بپا ہے اس کا اطلاق کشمیریوں پر کیوں نہیں ہوتا......!

ہمارے سفارت کاروں کو چاہیے کہ وہ ساری دنیا پر کشمیر میں ہونے والے ظلم کو واضح کریں اور ہندوستان کی دہشت گردی نمایاں کر کے دکھائیں۔

انڈیا ہندو انتہا پسند تنظیموں کو پالتا اور جوان کرتا ہے۔ انڈیا کے وزیر داخلہ کے بیان سے بھارت بالکل ننگا ہو گیا اور بھارت کی اصلیت دنیا کے سامنے آگئی ہے۔ کس طرح دہشت گرد ہندوؤں کے کیمپ پورے تحفظ کے ساتھ ہندوستان میں چل رہے ہیں جنہیں ان کی تنظیمیں اور سیاسی پارٹیاں بھرپور سپورٹ کرتی ہیں۔ یہاں سے تیار ہونے والے انتہا پسند بھارت اور کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں جبکہ ہم خود حقیقی آزادی کے متوالوں اور رکھوالوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ ہمیں سفارت کاری کے زور پر انڈیا کو دہشت گرد ملک قرار دلوانا چاہیے۔

کیسی ستم ظریفی ہے کہ سیز فائر اور ہمارے موقف میں نرمی سے فائدہ اٹھا کر کنٹرول لائن پر "دیوار برہمن" بنا کر کشمیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اقوام عالم کا فیصلہ کشمیریوں کو حق خودداریت اور کشمیر میں اقوام متحدہ کے زیر انتظام رائے شماری کو لازم ٹھہراتا ہے۔ ہم نے اس موقف سے انحراف کیا جو اصل میں اقوام متحدہ کا موقف تھا اور جس کی تائید و توثیق کرنے والوں میں بھارت بھی شامل تھا۔ بھارتی وزیر اعظم نہرو نے خود یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ کشمیر کی عوام کو حق خودداریت دیں گے۔ ہمیں کیا حق تھا کہ وہ اقوام متحدہ کے متفقہ موقف کو مسترد کر کے کشمیر کاز پر کاری ضرب لگائیں۔

ہمیں کشمیر کو اتنی ہی اہمیت دینی چاہیے جتنی کسی جسم کے لئے شہ رگ کی ہوتی ہے۔ جسم کے دوسرے اعضاء کے بغیر جینے کا تصور کیا جاسکتا ہے مگر شہ رگ کے بغیر نہیں۔ مشرقی پاکستان کی شکل میں ہمارا بازو کٹ گیا تو ہم کسی نہ کسی طرح جی رہے ہیں لیکن شہ رگ کٹنے سے تو زندہ ہی نہیں رہ سکتے

کشمیری عوام اور مجاہدین تو اخلاقی قوانین کے عین مطابق اپنی تحریک کو چلا رہے ہیں۔ وہ اپنے علاقے میں بڑے مہذب طریقے سے کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بھارت کے علاقے میں کوئی دھماکہ نہیں کیا۔ اس کے برعکس بھارت ان کے علاقے میں دہشت گردی کر رہا ہے۔ آزادی کی جدوجہد کرنے والی عوام اور مجاہدین پرامن ہیں۔ ان کی امن پسندی اس بات سے ثابت ہوتی ہے۔ وہ دشمن کی خواتین اور بچوں کو اغوا نہیں کرتے انہیں آگ میں زندہ نہیں جلاتے ان کے پاؤں نہیں کاٹتے۔ پھر پوری کشمیری قوم ان بھارتی دہشت گردوں سے کیوں مل جائے......؟؟ کشمیری پرامن ہیں کہ ان کی سرزمین پر ایک دن ضرور آزادی کا سورج طلوع ہوگا۔۔۔ ان شاءاللہ

بقیہ: تفسیر سورۃ محمد ﷺ

یہ صدقہ کر نہیں سکتا، جہاد کو دے نہیں سکتا...... پھر اللہ معاف کرے ادھر کھانا چھوٹ گیا۔ ادھر کسٹم والے آگئے۔ انکم ٹیکس والے نہیں چھوڑتے۔ یہ حرام کا مال جو ہوتا ہے اس سے پریشانی ہی ہوتی ہے۔ یہ جسم کے اندر چلا جائے تو بیڑا غرق کر دیتا ہے، بیماریاں ہی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ حلال کماتے' حلال کھاتے اور پاک ہو کر کھاتے تو بیماریاں زیادہ نہیں آتیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ ایسے جسم کو بیماریوں سے اللہ بچاتا ہے۔ حرام کے ساتھ بیماریاں لگتی ہیں۔ پھر حرام کا لقمہ کھایا ہو تو بندے کے اندر ظلم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ بے حیائی، بدکاری، زنا بھی اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ گندے کام اس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔ اخلاق بھی اس کے تباہ ہو جاتے ہیں اور بیماریاں بھی اس کو لگ جاتی ہیں۔ اس لیے ان چیزوں سے بہت زیادہ بچنا چاہیے۔ اللہ کہتا ہے یہ کھا کھا کے جائے گا لیکن بالآخر ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جہنم کی آگ ہے۔ اس کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرتی۔ ہاں قبر کی مٹی بھرے گی یا جہنم کی آگ اس کا پیٹ بھرے گی۔

دوسری طرف مومن خود بھی کھائے گا اور دوسروں کو بھی کھلائے گا۔ تھوڑا سا بھی پاس ہو تو وہ کہے گا صدقہ کر دوں تا کہ قیامت کے دن مجھے مل جائے جبکہ دنیا دار صدقہ نہیں کرتا۔ اس کا مال بیماریوں پر خرچ ہو جائے گا۔ پھر غریب آدمی کا علاج تو لاہور میں ہو جائے گا، کراچی میں ہو جائے گا مگر اس کا علاج انگلینڈ کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا آپریشن تو امریکہ میں ہوگا۔ کتنا بیڑا غرق ہوا دولت کا...... مقدموں پر دولت کا ضیاع، بیماریوں پر دولت کا ضیاع۔ اللہ تعالیٰ یوں حساب برابر رکھتا ہے۔ پھر پریشانی اتنی...... ٹینشن پر ٹینشن بنی ہوتی ہے ان بڑے لوگوں کے لئے۔ یہ لفظ ''ٹینشن'' چلا ہی بڑے لوگوں کے لیے ہے۔ عام آدمی جیسے ریڑھی والا...... اس کو کبھی سنا ہے ٹینشن ہوگئی ہے؟ کوئی نہیں ہوتی ان کو ٹینشن۔ اللہ ہمیں نافرمانوں کے انجام سے محفوظ رکھے۔ آمین

اگلی آیت میں فرمایا: ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے نبی ﷺ! آپ کی بستی سے کتنی زیادہ طاقتور اور قوت رکھنے والی بستیاں بھی تھیں (اور آپ کی بستی سے مراد مکہ ہے) مگر ہم نے وہ بستیاں ہلاک کر دیں اور بستیوں کے رہنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ پس نہیں تھا کوئی مدد کرنے والا ان کی۔ کہا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! مکے والے آپ پر بار بار حملے آور ہونے کی تیاریاں کر رہے ہیں، کبھی بدر میں آرہے ہیں، کبھی احد میں انتقام کی آگ میں جُلس رہے ہیں۔ ان کو آپ کا قوت میں آنا، اسلام کا پھیلنا گوارہ نہیں، آپ ﷺ کے دین کی دعوت برداشت نہیں، ان کو آپ ﷺ کا وجود برداشت نہیں۔ یہ آپ ﷺ کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں، اسلحے جمع کر رہے ہیں، تیاریاں کر رہے ہیں تو آپ ﷺ یقین رکھیں کہ ان کہ کوئی حیثیت نہیں۔ کیا کچھ ہے ان کے پاس؟ ان سے پہلے بڑی بڑی بستیاں تھیں جن کو اللہ نے بڑی طاقت وقوت سے نوازا تھا۔ قوم عاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی قوت، طاقت واستقامت والے لوگ ہم نے پیدا ہی نہیں کیے۔

قوم ثمود پہاڑوں میں کھود کھود کر گھر بناتے تھے۔ اس وقت بھی اگر کوئی دیکھنا چاہے تو مدینہ سے تبوک کو جو رستہ جاتا ہے، اس رستے میں ''مدائن صالح'' خیبر کے پاس یہ علاقہ آتا ہے۔ مدائن صالح کی بستیاں، قوم ثمود کی بستیاں پہاڑوں کے اندر ہیں جن میں سے، بہت سی تو تباہ ہو چکی ہیں البتہ اللہ نے عبرت کے لئے کچھ گھر باقی رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ پہلی بستیاں طاقت اور قوت میں کتنی زیادہ تھیں لیکن دیکھو جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آئے تو اللہ نے سب کو ہلاک کر دیا۔ کوئی ان کا بچانے والا نہیں آیا، کوئی بچانے والا آگے نہ بڑھ سکا تو اس آیت میں بھی دھمکی ہے اہل مکہ کے لئے کہ او ظالمو! نبی ﷺ پر ظلم کرنے والو! اللہ کے نبی ﷺ کو گھر سے نکالنے والو! مسلمانوں کو پتھر مارنے والو! ہجرتوں پر مجبور کرنے والو! مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنا کر جنگیں کرنے والو!...... جس طرح اللہ نے پہلی قوموں کو تباہ کیا، اللہ تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا۔ اللہ تمہیں بھی تباہ و برباد کر دے گا۔ کوئی بھی نہیں بچے گا اور کوئی تمہیں بچانے والا بھی نہیں آسکے گا۔ یہ ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی دھمکی ہے جبکہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی خوشخبری اور تسلی دی جا رہی ہے کہ پریشان نہ ہوں، آزمائشیں بڑی ہیں، آج آپ کے اتنے شہید ہوگئے، اتنا نقصان ہوگیا، محاصرے ہو رہے ہیں، بار بار حملے ہو رہے ہیں...... تو اے نبی ﷺ! اس میں تو تربیت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبے دینے والا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کو تباہ کرنے والا ہے۔

آگے فرمایا: ''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف ایک واضح دلیل پر ہے اس شخص کی طرح ہے جس کے لیے اس کے برے اعمال مزین کر دیے گئے اور انھوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔''

کیا شاندار بات کی جا رہی ہے کہ ایک وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف سے آئے ہوئے دین پر قائم ہے، اس دین کی دعوت کے لئے قربانیاں دے رہا ہے، اللہ کی طرف سے آئے ہوئے دین پر ثابت قدم رہ کر محنت کر رہا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو ظالم ہے، شیطان کے نرغے میں آیا ہوا ہے، شیطان اس سے برے کام کرواتا ہے، غلط کاموں کو اچھا بنا کر دکھاتا ہے کہ تو بالکل ٹھیک کر رہا ہے، تیرا کام بالکل درست ہے اور جتنے شیطان کے چیلے ہوتے ہیں، سب ساتھ مل کر ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے ہیں کہ بھائی بالکل ٹھیک ہے...... تو ان دونوں کا موازنہ میرا رب کر رہا ہے کہ دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ شیطان نافرمانوں کے برے اعمال کو اچھا بنا بنا کر، مزین کر کے دکھاتا ہے اور وہ اللہ کی مزید نافرمانی کرتے ہیں، بغاوت پر بغاوت...... ظلم پر ظلم کرتے جاتے ہیں۔ فرمایا: ایک وہ بندہ جو دین پر قائم ہے، دوسرا وہ جو اللہ کے دین کی دشمنی پر کھڑا ہے...... ان دونوں کو اللہ برابر کر دے گا؟ ایک اپنی خواہش نفس پر چل رہا ہے۔ جو دل میں آرہا ہے کر رہا ہے اور ایک آدمی اپنی ہر خواہش قربان کر کے اللہ کا حکم مان رہا ہے تو دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس فرق کو اللہ گواہ رکھے گا اور ان کو برابر نہیں کرے گا، ان کو اکھٹا نہیں کرے گا۔ ایک کا ٹھکانہ جنت ہے جبکہ دوسرے کا جہنم۔ جب دنیا میں یہ تفریق ہوگئی کہ ایک اللہ کا فرمانبردار اور ایک نافرمان ہے تو اللہ کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں کا انجام الگ الگ ہو۔ پھر ایک تو ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ معاملہ الگ الگ کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی معاملات الگ الگ کرے گا۔ دنیا میں بھی اللہ مومنوں کی مدد کرتا ہے جبکہ کافروں کو اپنے دشمن قرار دے کر ان کو نیست و نابود کرواتا ہے۔ (جاری ہے)

بڑے رسوا ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

افغانستان سے امریکی انخلاء......انتہائی کٹھن اور مہنگا!!

پاکستان خطے میں افغان جنگ کے بعد ہی بھارت سے اپنے قابض علاقے چھڑوا سکے گا

محمد انیس الرحمٰن

تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ جنگوں نے ہمیشہ اقتصادیات کو دیمک کی طرح چاٹا ہے۔اسکندر اعظم کی کشور کشائی اب ایک افسانوی داستان کا روپ دھار چکی ہے۔دنیا سکندر مقدونی کی کشور کشائی سے تو اچھی طرح واقف ہے لیکن اس کی مہم جوئی نے بے پناہ ''مال غنیمت'' کے حصول کے باوجود یونان کو معاشی تباہی کے جس دہانے پر پہنچا دیا تھا اس سے کم ہی لوگ واقف ہیں۔اس طرح ہم ''رومۃ الکبریٰ'' یا گریٹ رومن امپائر کا نام سنتے ہیں لیکن کئی دہائیوں تک دنیا پر اپنی عسکری قوت کی دھاک بٹھانے کی خاطر جاری جنگوں کے نتیجے میں اس عظیم سلطنت کو جس معاشی افراط زر کا سامنا کرنا پڑا اس نے اس سلطنت کو خود اسی کے قدموں پر ڈھیر کر دیا تھا۔جدید تاریخ میں امریکہ کی دریافت کے دوران سپین کو جن کانوں کی ملکیت حاصل کرنے کا موقعہ ملا اس نے ہسپانوی قوم کو دنیا کی متمول ترین قوم میں تبدیل کر دیا تھا لیکن دیگر خطوں میں عسکری تسلط قائم کرنے کے لئے سپین نے جن جنگوں کا آغاز کیا اس نے جلد ہی اس قوم کو قلاش کر کے رکھ دیا اور یورپ میں برطانیہ کو اس کی جگہ حاصل ہوگئی۔یہی صورتحال فرانس کی رہی۔امریکہ میں اپنی نو آبادیوں کو قائم رکھنے اور ان میں اضافے کی خاطر فرانس نے اپنے بے پناہ وسائل فوجی مہمات میں جھونک دیئے۔جلد ہی کساد بازاری نے فرانس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔یہی حال برطانیہ کو فرانس سے جنگوں میں مبتلا کر کے کیا گیا یہاں تک کہ حالت یہ ہوگئی کہ تاج برطانیہ ایک طرح سے صیہونی ساہوکاروں کے ہاتھوں گروی ہوگیا۔اس کے بعد سارے یورپ میں جو سماجی اور معاشی تبدیلیاں لائی گئیں وہ صیہونی ساہوکاروں کے مطالبات سے مشروط تھیں۔

ان حالات کا مشاہدہ ہم موجودہ دور میں بھی کر سکتے ہیں۔امریکہ اس کی تازہ مثال ہے۔جس وقت امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا وہ نہ صرف عسکری بلکہ معاشی میدان میں بھی ایک ناقابل شکست قوت کا حامل تصور کیا جاتا تھا لیکن آج تقریباً بارہ برس بعد صورتحال کچھ اس طرح ہے کہ اس کی عسکری قوت کا بھانڈہ نہتے طالبان نے پھوڑ دیا اور جنگ کی طوالت کی بنا پر معاشی صورتحال اس مقام پر پہنچ چکی کہ بڑے بڑے امریکی بینک دیوالیہ ہو چکے ہیں۔امریکی حکومت صیہونی بینکوں کے ہاتھوں اپنے اثاثے گروی رکھ چکے ہیں اور امریکی عوام سے سماجی سہولیات کم کر کے ان پر بھاری ٹیکس لگائے جارہے ہیں تاکہ حکومت اور ملک کا کاروبار چلایا جاسکے۔بینکوں کے قرضوں پر جن لاکھوں امریکیوں نے گھر حاصل کئے تھے اب وہ ان گھروں سے بے دخل کر سڑکوں پہ آنے پر مجبور ہیں۔یہ صورتحال صرف امریکہ کی نہیں بلکہ افغانستان اور عراق کی جنگوں میں صیہونی صلیبی اتحاد نیٹو کے یورپی ممالک بھی اسی معاشی کساد بازاری کا شکار ہیں۔سپین، یونان، اٹلی، پرتگال میں معاشی تباہی نے ہل چل مچا رکھی ہے جبکہ بڑے بڑے یورپی ممالک اپنے آپ کو معاشی زوال سے بچانے کی سر توڑ کوششوں میں ہیں۔اس کا ایک بڑا سبب ان کا امریکی اقتصادیات سے منسلک ہونا تھا۔جب امریکی معیشت زوال پذیر ہونا شروع ہوئی تو ان یورپی ممالک میں بھی اس کے واضح اثرات سامنے آنے لگے اس کے علاوہ یہ ممالک خود امریکی جنگوں میں ایک اتحادی کا کردار ادا کر رہے تھے،اس کے لئے بھی ان حالات نے انہیں گھیر لیا۔

ایک اندازے کے مطابق امریکہ گزشتہ دس برس کی افغان جنگ میں 600 بلین ڈالر جھونک چکا ہے۔امریکی ادارہ برائے اقتصادی احتساب کے مطابق اگلے ایک یا دو برس کے دوران افغانستان سے اپنی فوجیں اور جنگی ساز و سامان واپس امریکہ لانے کے لئے اسے 5.7 بلین ڈالر کی ضرورت ہے جب کہ افغانستان اور عراق کی جنگوں کے اخراجات کی مد میں پر امریکی حکومت پر ایک ٹریلین ڈالر کا قرضہ چڑھ چکا ہے۔ان جنگوں کی ابتداء میں امریکی اقتصادیات کی مضبوطی کا اندازہ اس ایک بات سے لگایا جاسکتا تھا کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ امریکی حکومت نے افغانستان اور عراق کی جنگوں کے لئے امریکی عوام پر کوئی اضافی جنگی ٹیکس عائد نہیں کیا تھا لیکن اس وقت حالت یہ ہو چکی ہے کہ اوبامہ انتظامیہ اور کانگریس کے درمیان اس ایک بات پر مذاکرات ہو رہے ہیں کہ حکومتی اخراجات کو کم کر کے معاشی خسارے کو پورا کیا جاسکے لیکن اس کے باوجود امریکی اقتصادی ماہرین کا کہنا ہے کہ ان کٹوتیوں سے کئی بلین ڈالرز پر مشتمل ان اخراجات پر کوئی فرق نہیں پڑے گا جو افغانستان سے فوجوں کی واپسی کے لئے ادا کرنا ہوں گے۔یہ تمام مذاکرات اس وقت ہو رہے ہیں جب ایک ماہ بعد امریکی کانگریس ادائیگیوں کے لئے قرضوں کی شرح بڑھانے پر غور کر رہی ہے اور اس سلسلے میں ایک بل لانے والی ہے۔

ضروری ہے کہ افغانستان میں جنگ کا خاتمہ اور وہاں پر ایک اسلامی حکومت قائم ہو۔اس کے بعد ہی پاکستان میں پائیدار امن قائم ہو سکے گا اور پاکستان کے اندر بیٹھے پاکستان و اسلام دشمن عناصر کا سر بھی کچلا جا سکے گا

امریکی وزارت دفاع پینٹا گان نے ایک تخمینہ پیش کیا ہے جس کے مطابق اس وقت افغانستان میں امریکی ساز وسامان کی کل تعداد تقریباً 140000 کے قریب ہے جس کی مالیت 36 بلین ڈالر کے قریب ہے۔ 50000 جنگی اور دیگر گاڑیاں اور 90000 کے قریب بحری جہازوں کے ذریعے سامان کی نقل وحرکت کرنے والے کنٹینرز ہیں۔

2011ء میں امریکہ نے شمالی افغانستان کی جانب سے 42000 کنٹینرز کے ذریعے 268000 ٹن جنگی سامان افغانستان میں ارسال کیا۔ یہ سامان زمینی راستے سے افغانستان پہنچایا گیا جس کے لئے روڈ اور ریل کا استعمال کیا گیا تھا۔ یہ سامان پاکستان کی جانب سے نیٹو سپلائی پر پابندی لگانے کے بعد پہلے یورپ' وہاں سے وسطی ایشیاء اور پھر افغانستان ارسال کیا گیا تھا۔ افغانستان میں جنگی سامان کو ٹھکانے لگانے کے لئے امریکی محکمہ دفاع کے پاس اس وقت تین راستے ہیں۔ پہلا یہ کہ اس سامان کو امریکہ یا کسی اور ملک منتقل کیا جائے۔ دوسرا اس سامان کو افغانستان میں ہی تباہ کر دیا جائے یا تیسرا یہ کہ پینٹا گون کے زیر اثر کسی اور علاقے میں منتقل کر دیا جائے۔ ذرائع کے مطابق اس سلسلے میں امریکہ نے افغانستان میں دس بڑے سٹور قائم کئے ہیں جہاں اس سامان کو محفوظ رکھ کر باقاعدہ اس کی پڑتال کی جاسکے گی۔ جہاں سے مناسب وقت پر انہیں امریکہ منتقل کیا جاسکے گا۔

عراق اور افغانستان سے انخلاء دو الگ اور مختلف چیزیں ہیں۔ عراق سے انخلاء کے لئے امریکیوں نے چار برس قبل ہی خفیہ منصوبہ بندی کر لی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں ''مقامی مدد'' کی سہولت بھی حاصل کر لی تھی لیکن افغانستان میں اس قسم کی کوئی سہولت موجود نہیں ہے اور اگر کہیں کچھ ایسا ہے تو وہ بھی امریکیوں کے لئے قابل اعتبار نہیں۔ اس لئے عراق کی نسبت افغانستان سے انخلاء مشکل اور مہنگا عمل ہے۔ عراق میں امریکیوں کو شاہراہوں پر گزر کے کرام قصر کی بندرگاہ تک پہنچنے میں آسانی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ عراقی سرحد کے قریب ہی کویت میں امریکی عسکری اڈے بھی موجود تھے۔ اس طرح یہاں سے عسکری سامان اردنی اور کویتی بندرگاہوں تک پہنچانا انتہائی آسان تھا۔ جبکہ افغانستان میں سپلائی کے حوالے سے بڑا روٹ صرف پاکستان کی جانب سے ہی تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی گزشتہ جولائی میں دوبارہ کھولا گیا ہے اور تاحال امتحانی مرحلے میں ہے کہ اگر امریکہ پاکستان کی سالمیت کے خلاف کوئی کارروائی کرتا ہے تو اسے دوبارہ بند کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکہ کو شمال کی جانب سے کھلے راستے کا بھی بندوبست کرنا ہے تاکہ مستقبل میں افغانستان کی جانب سے کوئی ایسی عسکری کارروائی نہ ہو جس کے لئے ان راستوں کو استعمال کیا جا سکے۔

افغانستان سے اپنی فوجیں اور جنگی ساز وسامان واپس امریکہ لانے کے لئے اسے 5.7 بلین ڈالر کی ضرورت ہے جب کہ افغانستان اور عراق کی جنگوں کے اخراجات کی مد میں پر امریکی حکومت پر ایک ٹریلین ڈالر کا قرضہ چڑھ چکا ہے

اس سارے معاملے میں پاکستان کو کیا حاصل ہوا؟ سو بلین ڈالر سے زیادہ کا نقصان، پچاس ہزار سے زائد فوجی جوانوں اور شہریوں کی لاشیں، معاشی نظام کی تباہی، وطن عزیز میں دہشت گردی کا خانہ جنگی کی شکل اختیار کر جانا، بلوچستان، کراچی، خیبر پی کے میں غیر ملکی ایجنسیوں کی مداخلت سے تباہ کاری، قوم اور پاک فوج کے درمیان دوری کی کوششیں اور بین الاقوامی سطح پر وطن عزیز کا ناقابل تلافی نقصان۔ اس کے باوجود اس ملک کے حکمران کہتے ہیں کہ ''دہشت گردی'' کی جنگ ہماری جنگ ہے۔

امریکہ کی جانب سے ایسی سازشوں کا گمان ہوتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ جب تک افغانستان سے باوقار اور باعزت طور پر نکلنے کی کوشش کامیاب نہیں ہوتی' پاکستان میں ایسی حکومت مسلط رہے جو اس کے مفادات کی نگہبانی کر سکے اور اس کے انخلاء میں سہولت فراہم کر سکے۔ اس لئے پاکستان کی حفاظت کے ضامن اداروں کو سنجیدگی سے اس بات پر سوچنا چاہیے کہ امن کی کوئی بھی راہ کسی بھی قیمت پر اختیار کی جائے۔ کیونکہ خطے میں امن جتنا افغانستان کے لئے ضروری ہے اتنا ہی پاکستان کے لئے بھی ناگزیر ہے کیونکہ افغانستان کی اس جنگ کی وجہ سے پاکستان کے اقتصادی علاقوں میں دشمن نے ضرب لگائی ہے اور کراچی جیسے اقتصادی شہر کو دہشت گردی کی آئے روز کی وارداتوں سے مفلوج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

نہ صرف قدیم تاریخ بلکہ اگر جدید تاریخ میں بھی جنگوں کا موازنہ کیا جائے تو پہلے سویت یونین اور اس کے بعد امریکہ اور اسکے صیہونی صلیبی اتحادیوں کا حشر ہمیں سامنے رکھنا چاہئے۔ اس بات سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ اس کیفیت سے ہی فائدہ اٹھا کر ہمارے ازلی دشمن بھارت نے پاکستان کے پانی پر ڈاکہ ڈالا ہے اور ہم اس کا تاحال کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ لیکن مستقبل قریب میں یہ زندگی اور موت کا مسئلہ بن جائے گا اور تمام دنیا میں پھیلے ہوئے پاکستان اور اسلام کے دشمن اس معاملے میں بھارت کا ساتھ دیں گے۔ اس آنے والی قیامت خیز صورتحال سے نمٹنے کے لئے ضروری ہے کہ افغانستان میں جنگ کا خاتمہ اور وہاں پر ایک اسلامی حکومت قائم ہو۔ اس کے بعد ہی پاکستان میں پائیدار امن قائم ہو سکے گا اور پاکستان کے اندر بیٹھے پاکستان و اسلام دشمن عناصر کا سر بھی کچلا جا سکے گا۔ یقیناً اس کے بعد ہی ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ بھارت سے اپنے چھینے ہوئے علاقے دوبارہ حاصل کر سکیں۔ ان شاءاللہ

(بشکریہ: ہفت روزہ ندائے ملت)

قسط نمبر 6

ضبط تحریر: بلال غزنوی

تفسیر القرآن

سورۃ محمد ﷺ

پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ○ أَفَمَن كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ○

''یقیناً اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کیے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا فائدہ اٹھاتے اور کھاتے ہیں، جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور آگ ان کے لیے رہنے کی جگہ ہے۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔ تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف ایک واضح دلیل پر ہے اس شخص کی طرح ہے جس کے لیے اس کے برے اعمال مزین کر دیے گئے اور انھوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی؟'' (سورہ محمد۔ آیت: 12 تا 14)

الفاظ	معانی	مادۃ	صیغہ
يتمتعون	وہ سب فائدہ اٹھاتے ہیں	م ت ع	جمع مذکر غائب (مضارع)
يا كلون	وہ کھاتے ہیں	ا ک ل	جمع مذکر غائب (مضارع)
مثوًى	ٹھکانہ / رہائش	ث و ی	اسم ظرف
قرية	بستی	ق ر و	اسم ظرف
بينة	واضح دلیل	ب ی ن	اسم
زين	مزین کر دیے گئے	ز ی ن	واحد مذکر غائب مجہول (ماضی)
أهوا	خواہش	ھ و ی	اسم (جمع)

(گزشتہ سے پیوستہ) میرے بھائی یہی وہ پختہ عقیدہ اور مجاہدین کی یہی اللہ کے دین سے گہری محبت ہے کہ جس کے ساتھ آج مشکل ترین حالات میں بھی جہاد جاری ہے۔ اللہ کے بندے صرف آخرت پر نظر رکھتے ہیں اور دنیا کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ آج لوگ پریشان ہیں کہ حالات کیا ہیں؟ وہ جی کشمیر میں یہ ہو گیا، وہ ہو گیا...... پوچھتے رہتے ہیں کہ اخبار میں یہ چھپا ہے...... ٹیلی وژن چینل پہ ہم نے یہ دیکھا...... بی بی سی سے یہ خبر آئی ہے...... کشمیر میں اب کام بڑا کمزور ہو گیا ہے ...... جہاد سے محبت کرنے والے اکثر یہی باتیں کرتے ہیں...... اللہ اکبر! دوسری طرف کسی مجاہد فی سبیل اللہ نے یہ بات کبھی نہیں پوچھی کہ جی اب کیا ہو گا؟ ان مسائل میں جہاد کیسے کریں گے وغیرہ وغیرہ...... یہ مسئلہ کبھی انہوں نے نہیں پوچھا۔ ان کو اس بات کی فکر نہیں۔ ان کے عقیدے ماشاء اللہ اتنے پختہ ہو گئے ہیں۔ وہ تو بس چاہیں گے کہ مجھے فدائی کاروائی کا موقع مل جائے۔ کبھی کسی مجاہد نے اتنے سالوں میں اس بات کی فکر نہیں کی کہ انڈیا یہ کر رہا ہے، فلاں یہ کر رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو بس جہاد کرنے آتے ہیں اور ہم ان شاء اللہ قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ نہ ہمارا یہ مسئلہ ہے، نہ ہمیں اس کی پریشانی ہے۔

میرے محترم بھائیو! دنیا دار کی نظر دنیا پر ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کی نظر میں لوگ اہم ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے جی پہلے یہ گارنٹی دو کہ کشمیر کتنی دیر میں آزاد ہو گا پھر جہاد کریں گے۔ ضمانت دیتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہم نہیں جاتے جہاد پر...... اچھے خاصے سمجھدار، پڑھے لکھے لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ اچھا جی! جہادیوں نے اتنے بندے مروا لیے، ان کو کیا ملا؟ اگر کشمیر آزاد ہو گیا تو ان کو اس میں سے کتنا حصہ ملے گا؟ میرے عزیز بھائیو! اللہ تعالیٰ نے دیکھو کیسا معاملہ صاف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے مومن وہ ہے جس کی نظر ہوتی ہی آخرت پر ہے۔ جس کو نتیجے میں جنت کا لالچ ہے کہ اللہ مجھے جنت دے گا، اپنا دیدار کروائے گا۔ جبکہ کافر کہتا ہے پہلے دنیا کی بات بتاؤ کہ دنیا میں کیا ملے گا؟ دنیا میں اس سے کیا مفاد حاصل ہو گا؟ یہ کافر کی سوچ ہے۔

اس لیے میرے عزیز بھائیو! میں نصیحت کرتا ہوں اپنے سارے دوستوں کو، مسؤلین کو، بزرگوں کو کہ یہ سوچ نہیں رکھنی چاہیے۔ کبھی ذہن میں یہ باتیں نہ رکھو کہ دنیا کا کتنا حصہ ملے گا؟ یہ ٹھیک ہے کہ دنیا کی طرف سے مجاہد کی آنکھیں بالکل بند نہیں ہونی چاہئیں۔ وہ صرف جذباتی نہیں ہوتا۔ جذباتی ہو کر فیصلے نہیں کرتا...... الحمد للہ! مجاہد سے بڑے اصحاب بصیرت کوئی

نہیں ہوتا۔ حالات کی نبض پر ہمیشہ اس کا ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ ان چیزوں کو بڑی گہرائی میں جا کر دیکھتا ہے۔ اس وقت ہو کیا رہا ہے؟ دشمن کیا کر رہا ہے؟ ہماری حالت کیا ہے؟ میدان کی صورت حال کیا ہے؟ ان سب باتوں پر وہ ہمیشہ نظر رکھتا ہے۔ لیکن وہ دنیا کیلئے کچھ نہیں کرتا، سب کچھ کرتا ہے اپنی آخرت کے لئے۔ وہ جانتا ہے کہ دنیا تو اللہ تعالیٰ مفت میں دے دیتا ہے۔ اللہ اکبر!

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ جبکہ کافر ہمیشہ دنیا کا مفاد چاہتا ہے۔ دنیا میں مجھے آرام مل جائے، آسائش و آرام کی زندگی بسر ہوجائے اور بس...... میرے بھائی! یہ بھی بہت اہم نقطہ ہے، اس پر بھی غور کرو۔ رسول ﷺ نے جو تربیت، جو تعلیم صحابہ کو دی ہے وہی تعلیم ہمارے لیے ہے۔ وہ کیا ہے؟ عبادات جیسے نماز ہے، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد ہے۔ وہ محنتیں، وہ قربانیاں ہیں...... اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ حلال کمانا ہے...... سختیاں برداشت کرنی ہیں تم نے دنیا میں آرام نہیں کرنا۔ آرام کی جگہ اللہ نے تمہارے لیے جنت بنائی ہے۔ یہ تربیت تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کہ تمہارے آرام کی جگہ دنیا نہیں ہے۔

فرق سمجھنا ہے آپ نے دنیا دار اور آخرت کے طلبگار کی سوچ کا...... جن لوگوں کو دعوت، جہاد کے منہج سے وابستگی پسند ہے اور وہ اللہ کے لیے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو وہ یہ سوچیں چھوڑ دیں کہ ہم نے دنیا میں بس عیش و آرام کرنا ہے...... ہم دنیا میں آئے ہی عیش و آرام کے لیے ہیں...... آرام کی چیزیں گھر میں جمع کرتے رہتے ہیں، اتنا خرچ اس کے اوپر کرتے ہیں کہ آرام ملے، سہولت ملے...... یہ سوچ چھوڑ دینی چاہیے اور مشقت کی زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اللہ کے نبی ﷺ کو مشقت کی زندگی پسند تھی اور اسی پر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی۔

میرے بھائیو! وہ لوگ گھروں سے نکلے اور پھر کہاں کہاں پہنچے، کتنی کتنی قربانیاں دیتے رہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کی تربیت ہی مشقت پر کی تھی۔ ہمارے ہاں بجلی غائب ہوجائے پھر دیکھو کیا بنتا ہے...... تھوڑا سا مسئلہ بن جائے تو دیکھو پھر...... میرے بھائیو! یہ نہیں ہونا چاہیے۔ جس نے جہاد کرنا ہے اس کی تربیت مشقت پر ہونی چاہیے، سختیاں برداشت کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اپنے بچوں کی تربیت اس انداز سے کرنی چاہیے اور اپنے گھر کا ماحول آسائش والا نہیں بنانا چاہیے بلکہ ایسی شاندار تربیت کریں کہ جی بچوں میں جہاد کا شوق پیدا ہو۔ مسلمان اگر اب اجتماعی طور پر یہ سوچ پیدا کرلیں تو آپ یقین کریں نہ جہاد مشکل ہے ورنہ پھر کافروں کا بیڑا غرق کرنا۔

يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ یہ کھاتے ہیں مگر کس طرح؟ اس طرح کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں۔ اس سے یا تو مراد یہ ہے کہ کافر حلال وحرام کی تمیز کے بغیر ہر قسم کا مال ہڑپ کر جاتا ہے اور مومن حرام کے قریب بھی نہیں جاتا۔ جیسے جانور کو کیا پتا کہ اپنا کھیت ہے تو اس میں بھی کھالیا، یہ کسی اور کا کھیت ہے تو اس میں سے بھی کھالیا۔ فرمایا: کافر بھی بالکل جانور کے طرح ہوتے ہیں کہ حلال وحرام کی ان کو تمیز ہی نہیں ہے۔ پھر یہاں مفسرین نے اس کا معنی یہ بھی کیا ہے کہ کھانے کے طور طریقے بھی یہاں مراد ہو سکتے ہیں کہ بھائی کھڑے ہو کر نہیں کھانا، چل پھر کر نہیں کھانا، ایسا انداز اختیار نہیں کرنا وغیرہ...... نبی ﷺ نے کھانے پینے کے بھی آداب سکھائے ہیں۔ جس طرح اور چیزیں سکھائی ہیں، اسی طرح کھانے پینے کے بھی آداب سکھائے ہیں۔ واللہ! غور کرو قرآن کی آیت پر اور دیکھو ذرا آج کل عام لوگوں کی حالت۔ کبھی آپ نے کسی شادی میں شرکت کی ہوگی...... پہلے سب جمع ہوتے ہیں اور رات کا ایک بج جاتا ہے۔ پھر کھانا کھلتا ہے۔ اب جس وقت کھانا کھلتا ہے تو پھر کس طرح حملہ ہوتا ہے کھانے پر...... یہاں سے وہاں تک دوڑ...... آدھا اس کے ہاتھ میں، آدھا اس کے ہاتھ میں...... کپڑے خراب ہوجاتے ہیں...... یقین کریں بالکل ایسے لگتا ہے جیسے جانور کھڑے ہوتے ہیں...... شادی میں سوٹڈ بوٹڈ، پڑھے لکھے، ٹائیاں لگی ہوئی اور شاندار کپڑے پہنے لوگ یقین کریں بکریوں کی طرح کھا رہے ہوتے ہیں۔ دیکھو قرآن کی آیت يَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ کھاتے ہیں اس طرح جیسے جانور کھاتے ہیں۔

میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آداب کا خیال رکھیں۔ ہو سکے تو لوگوں کو نصیحت کرنی چاہیے کہ اکٹھے بیٹھ کے کھاؤ۔ اب تو اللہ رحم کرے اکٹھے بیٹھ کر کھانے کا تصور ہی نہیں رہ گیا' پھر اپنے سامنے سے کھاؤ۔ دوسرے کے سامنے دیکھا کہ بوٹی اچھی ہے تو وہ اٹھالی، بھائی ایک بوٹی زیادہ کھا بھی لے گا تو تیرا کیا بنے گا۔ لیکن تیری اعلیٰ انسانیت یہ ہے کہ اپنے آگے سے کھاؤ۔ بلکہ دوسرے کے لئے ایثار کر...... تیری طرف بوٹی اچھی ہے تو اپنے بھائی کو دے۔ اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مجلس میں بیٹھ کر کھاتے کس طرح کھاتے تھے؟ ان کے متعلق ابواب باندھ کر محدثین نے حدیثیں جمع کی ہیں کہ وہ اپنی اچھی چیز اٹھا اٹھا کر دوسرے کے سامنے رکھتے تھے۔ خود سے زیادہ اپنے بھائی کو اہمیت دیتے کہ میرا بھائی کھا لے۔ سبحان اللہ! نبی ﷺ نے یہ تربیت دی ہے تو میرے عزیز بھائیو! ہمیں بھی بالکل اسی تربیت پر عمل کرنا ہے۔ وہ آداب جو نبی ﷺ نے بیان فرمائے۔ ان کے مطابق ہمیں کام کرنا چاہیے۔

وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ فرمایا: آگ ان کا ٹھکانہ ہوگی۔ یہ جو دنیا کا رسیا تھا، اس کو کہا جا رہا ہے...... جو جانوروں کی طرح کھاتا تھا۔ پھر دنیا میں کتنا کھالے گا یہ؟ یہ حرام کھاتا رہتا ہے اور بالآخر اسے بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ کھانا کھانا بند کردے۔ یہ جوں جوں امیر ہوتا رہتا ہے، فیکٹری ایک بنائی، پھر دوسری پھر تیسری بنائی...... تو جوں جوں امیر ہوتا جاتا ہے...... توں توں بیماریاں بڑھتی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے یہ چیز چھوڑ دے، وہ چیز نہ کھا...... دودھ بالکل نہیں پینا...... تمھیں دل کی تکلیف ہے تم یہ چھوڑ دو، وہ بھی چھوڑ دو، سارا کچھ چھوڑ دو...... تو بھائی کھانا کیا ہے؟ صرف دلیہ کھانا ہے...... لو اتنی فیکٹریاں تم نے دلیہ کھانے کے لیے بنائیں؟؟ میرے بھائیو! کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ اس لالچی سے سب کچھ چھوٹ جاتا ہے۔ اس کا کچھ نہیں، یہ جو کچھ کر رہا ہے اپنے ورثہ کیلئے کما رہا ہے۔ اس کے اپنے لیے سوائے دلیہ کے کچھ نہیں ہے۔ اللہ اکبر

(باقی صفحہ 7 پر)

''نشانوں پر نگاہ رکھنا تو گھوڑوں کو سدھا رکھنا''

اسلام اور قدیم ہتھیار

قدیم ترین آلاتِ جنگ کا تعارف کرواتی منفرد تحریر

محمد ارسلان سلفی

اسلحہ عربی زبان کا لفظ ہے جو ''سلاح'' کی جمع ہے اور اس کے معنی لڑائی کے اوزار یا ہتھیار کے ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے کسی کو قتل یا زخمی کیا جاسکے اسے اسلحہ کہتے ہیں۔ اسلحہ کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اسے شروع میں انسان نے جنگلی جانوروں اور درندوں سے بچنے، یعنی اپنے دفاع کے لیے استعمال کیا۔ پھر اسے انسان نے شکار کے لیے بھی استعمال کرنا شروع کیا۔

ابتداء میں انسان نے جو ہتھیار استعمال کرنا شروع کیے وہ نوکیلے اور وزنی پتھروں سے بنائے گئے تھے۔ ہڈیوں کا استعمال بھی ہتھیار کے طور پر کیا گیا اور لکڑی کی ایک قدرے موٹی شاخ کے کنارے کو باریک کر کے بھی وار کیا جاتا تھا۔ انسانی تاریخ کے اس ابتدائی دور کو حجری (یعنی پتھر کا) دور کہا جاتا ہے۔ پتھر کے دور کو بھی تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ قدیم زمانہ پتھر، وسطی زمانہ پتھر، جدید زمانہ پتھر۔ پتھر کے زمانے کے بعد آثار قدیمہ کے مطابق کانسی کا دور آیا۔

شروع میں انسان نے ہتھیار کو اپنے دفاع کے لیے استعمال کرنا شروع کیا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کے مقاصد میں بھی تبدیلیاں آنا شروع ہوئیں۔ پھر انسان نے اسی ہتھیار سے دوسرے علاقوں، قبیلوں اور خطوں پر اپنا تسلط قائم کر کے کمزوروں کو محکوم بنانا شروع کیا اور یوں پھر اپنے مفادات کے لیے کمزوروں کا استحصال شروع ہوا۔

پوری کی پوری انسانی تاریخ جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ پتھر کے دور سے لے کر اب تک جتنے ہتھیار انسان نے بنائے اور استعمال کیے ان سب کو شمار کرنا ناممکن ہے لیکن ہر دور میں کچھ ہتھیاروں نے اپنے وقت پہ ایک الگ مقام پایا۔ جن میں سے کچھ تو ابھی تک موجود ہیں۔ آیئے! پتھر کے دور سے لے کر اب تک کچھ قدیم اور مشہور ہتھیاروں کا جائزہ لیں۔

ڈنڈا نما ہتھیار (Clubs & Mace)

یہ ہتھیار خانہ بدوش قبیلے استعمال کرتے تھے۔ جس قبیلے کے پاس جتنی زیادہ تعداد میں ''کلب'' ہوتے اسے اتنا ہی زیادہ طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ایک سرے پر پتھر کو چمڑے کے ساتھ باندھ کر وار کیا جاتا۔ یہ ہتھیار ایک ہاتھ سے سنبھالا اور اسی ہاتھ سے وار بھی کیا جاسکتا تھا۔ اسی کلب کا وزن اور سائز وقت کے ساتھ بڑھتا گیا اور اسے Mace کہا گیا۔ اسے کان کنی میں بھی استعمال کیا گیا۔ اس کا ذکر کتابوں میں لکڑی کی چھڑی کے طور پر ملتا ہے۔ اس میں دھاتی گیند اور نوکیلے پتھر بھی استعمال کئے گئے۔ بعد میں تانبا، لوہا اور کانسی کو بھی استعمال کیا جاتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ غزوہ بدر میں بھی استعمال کیا گیا۔

برچھی (Spear)

یہ انسان کے بنائے گئے قدیم ہتھیاروں میں سے ایک ہے۔ برچھی لفظ سنسکرت زبان سے بنے لفظ ''برچھا'' کی تصغیر ہے۔ اسے پرانی جنگوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ مصر میں یہ ہتھیار بہت زیادہ استعمال کیا گیا۔ اس ڈنڈا نما ہتھیار کے ایک کنارے پر نوکیلا دھاتی ٹکڑا لگایا جاتا جو جنگ کے دوران مخالف کو زخمی کرنے کے کام آتا۔ یہ بلیڈ نما حصہ تانبے سے یا فلنٹ نامی دھات سے بنایا جاتا تھا۔ اسے کانسی اور دیگر دھاتوں سے بھی بنایا جاتا رہا۔ برچھی 6 سے 10 فٹ تک لمبی اور اس کا دھاتی حصہ 7 سے 22 انچ لمبا ہوتا اور اسے عموماً وار کرنے کے لیے دور سے پھینکا جاتا۔ اسے آج نیزہ کے طور پر کچھ کھیلوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تیر کمان کے بعد اس کی اہمیت زیادہ نہ رہی۔ حضرت عائشہ ؓ کی روایت میں ہمیں اس کا بھی ذکر ملتا ہے۔ فرماتی ہیں: حبشی ڈھالوں اور برچھیوں کے ساتھ مسجد کے صحن میں کھیل رہے تھے۔

(بخاری، حدیث: 950'454)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے بڑے تیر انداز ایسے بھی گزرے تھے جن کا نشانہ کبھی نہ چوکتا تھا۔ غزوہ احد میں بھی رسول اللہ ﷺ نے تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دستے کو بڑی خاص جگہ کھڑا کیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جب تک وہاں کھڑے رہے کفار مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے

ترشول (Trident)

برچھی سے مماثلت رکھنے والے اس ہتھیار کے ایک سرے پر تین نوک دار بھالوں والا دھاتی حصہ ہوتا تھا۔بطور اوزار یونان میں کھیتی باڑی اور زمین نرم کرنے کے لئے استعمال ہوا۔اس کو یونانی اور ہندو تاریخ میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ جب تیر اور برچھی بردار افراد وار کر کے پیچھے ہٹتے تو ترشول بردار افراد آگے بڑھ کر حملہ آوروں کا سامنا کرتے۔

یونانی فائر گن (Greek Fire Gun)

یونانیوں کا اہم ترین ہتھیار فائر گن تھا۔اس کے ذریعے سے یونانی بحری جنگی جہاز پر آگ کی گویا بارش شروع کر دیتے تھے۔قدیم یونانی کتب میں ایسے بہت سے قصے آپ کو ملیں گے۔ اس دور کے ایک گواہ کا بیان ہے کہ ''وہ کسی بھی وقت ہم پر فائر کر دیتے اور ہم گھٹنوں اور کہنیوں کے بل اپنی سواری میں اوندھے منہ لیٹ جاتے اور خدا سے اس خطرے سے بچنے کے لیے دعا کرتے''۔ یونانیوں نے کبھی اس ہتھیار کے بنانے کا راز کسی کو پتہ نہ چلنے دیا لیکن آج سائنسدان کہتے ہیں کہ یونانی پیٹرولیم، سلفر، نیفتھا، سلفر فاسفیٹ یا سالٹ پیپر استعمال کرتے اور اس کے لیے انجکشن ٹیکنالوجی کو استعمال کیا جاتا۔ ایسی ہی پریشانی کا سامنا منگولوں کو کرنا پڑا۔ جب چنگیز خان وحشی منگولوں کے ساتھ چین کے بڑے بڑے شہروں پر حملہ آور ہوا تو اس وقت چینی بارودی گولے پھینکتے تھے جن سے آگ بلند ہوتی تھی جس کی وجہ سے وحشی خوف زدہ ہو جاتے اور ان میں بھگدڑ مچ جاتی۔لیکن جب انہی چنگیزیوں نے چین پر قبضہ کرنے کے بعد بارود کا استعمال سیکھ لیا تو اسے قبلائی خان کے دور میں منگولوں نے اپنے دشمنوں کو بھگانے کے لیے استعمال کیا۔انہی منگولوں کی وجہ سے یہ ٹیکنالوجی یورپ میں پہنچی۔

تیر اور کمان (Bows and Arrows)

تیر، کمان قدیم ترین ہتھیاروں میں سے ہے۔سب سے پہلے درختوں کی شاخوں سے تیر اور کمان بنائے جاتے تھے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان میں تبدیلی آتی رہی اور آج بھی یہ دنیا میں ایک سے زیادہ انداز میں موجود ہے۔تیر کمان کی ایجاد کے بعد ایک طرح سے ہتھیاروں کی دنیا میں انقلاب آ گیا۔ یہ ہتھیار بنانا سب سے آسان تھا اور تیر اندازوں کی دنیا میں بڑی مانگ تھی۔ اس کو چلانا اور نشانہ مارنا بہت بڑا فن تھا۔تیر اندازوں کی خاص تربیت اور مقابلے دنیا میں منعقد ہوا کرتے تھے۔افریقہ اور چین میں تیروں کو بنانے کے لیے بانس بھی استعمال کیے گئے۔ بہتر نتائج حاصل کرنے کے لیے لمبی کمان بھی رکھی جاتی تھی۔شہسوار تیر اندازوں کی بھی بڑی اہمیت ہوا کرتی تھی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے بڑے تیر انداز ایسے بھی گزرے تھے جن کا نشانہ کبھی نہ چوکتا تھا۔غزوہ احد میں بھی رسول اللہ ﷺ نے تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دستے کو بڑی خاص جگہ کھڑا کیا تھا۔صحابہ رضی اللہ عنہم جب تک وہاں کھڑے رہے کفار مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ تیر اندازی سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆......تم میں سے کوئی شخص بھی جہاد کے لیے اتنی تیاری کرنے سے عاجز نہ آ جائے کہ وہ اپنے تیروں کو چھوڑ بیٹھے۔(صحیح مسلم)

تلوار کے ساتھ دشمن سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا جیسے ہمیں تماشوں یا عکس بندیوں کو دیکھ کر آسان لگتا ہے۔مخالف پر پوری طاقت سے وار کیا جاتا جبکہ مخالف بھی اپنی اضافی طاقت لگا کر مضبوطی سے وار کو روکتا تھا

☆......جو شخص تیر اندازی کا فن سیکھ کر اس پر مشق کرنا چھوڑ دے وہ ہم سے نہیں ہے (ہمارا نافرمان ہے)۔(صحیح مسلم)

☆......بنی اسماعیل! تیر اندازی کیا کرو تمہارے باپ جناب اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔'' (صحیح بخاری)

اللہ کے نبی ﷺ کے یہ احکام قیامت تک کے لیے ہیں۔جیسے برچھی اور ترشول اور پھر ان دونوں کی جگہ تیر کمان نے لے لی تھی بالکل ایسے ہی تیر کی جگہ جدید ہتھیار موجود ہیں اور تیر اندازی کا حکم ان ہتھیاروں کے لیے ہے۔اب ہم سوچ لیں کہ کیا ہم نے جہاد کے لیے اتنی تیاری کی ہے یا پھر تیاری کر کے کہیں مشق کرنا چھوڑ تو نہیں دی......؟؟

تلوار (Sword)

دنیا کا قدیم ترین ہتھیار، مرد کا زیور اور پوری انسانی تہذیب سے منسلک ہتھیار، جو دنیا کے کچھ تہذیبوں میں آج بھی جنگی ہتھیار کے طور پر موجود ہے۔تلوار ایک طرف سے لمبی تو دوسری طرف سے مضبوطی سے پکڑنے کے لیے'' قبضہ'' پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ بہت تیز دھار ہتھیار ہے۔دنیا کی تمام قدیم جنگیں اٹھا کر دیکھ لیں' شاید ہی آپ کو کوئی جنگ ایسی ملے جس میں تلوار کا استعمال نہ ہو۔تلوار کی بہت ساری شکلیں ہیں۔روم میں چھوٹی اور سیدھی تلوار استعمال کی گئی تو یورپ میں لمبی اور سیدھی۔مسلمانوں میں خمیدہ تلوار کا بھی رواج تھا اور سیدھی تلوار کا بھی۔منگولوں کے پاس یہ خمیدہ تلواریں سرے سے چوڑی ہوتی تھیں۔ ہندوستان میں تلوار مسلمانوں کی وجہ سے متعارف ہوئی (یہ الگ بات ہے بعد میں ہندی تلوار مشہور ہوئی)۔جاپان میں باریک خمیدہ اور سرے تک متوازی تلواریں استعمال کی جاتی تھیں۔تلوار کی کل 14 اہم قسمیں پائی گئی ہیں۔

1-یمان	2-ہندی
3-قلقی	4-سلیمانی
5-نصیبی	6-مریخی
7-رئیسی	8-مولد
9-بحری	10-دمشقی
11-مصری	12-حنفی
13-نرم لوہا	14-قراجدری

ان تلواروں کی اور بھی ذیلی اقسام ہیں۔ پہلے دور میں 7 سال کے بچے کو تلوار رکھنے کا کہا جاتا تھا۔اس کی گھر میں موجودگی گھر والوں کے لیے اطمینان کا باعث ہوتی۔اس کی تاریخ کو سمیٹنا تقریباً ناممکن ہے۔تلوار کو اسلام میں بھی بڑی اہمیت حاصل رہی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وراثت میں سے گیارہ (روایات کے مطابق) تلواریں نکلیں اور خود رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ ''مجھے قیامت تک تلوار دے کر بھیجا گیا ہے۔'' (مسند احمد) اور ایک جگہ فرمایا:'' جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' (بخاری)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا لقب ملا۔

تلوار کے ساتھ دشمن سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا جیسے ہمیں تماشوں یا عکس بندیوں کو دیکھ کر آسان لگتا ہے۔مخالف پر پوری طاقت سے وار کیا جاتا جبکہ مخالف بھی اپنی اضافی طاقت لگا کر مضبوطی سے وار کو روکتا تھا۔چند وار کرنے کے بعد ہی ایک طاقتور آدمی بھی تھک جاتا تھا۔ہمیں اپنی شاندار اسلامی تاریخ میں ایسے واقع ملتے ہیں کہ صحابہ نے اس زور سے وار کیا کہ مخالف کی تلوار ہی ٹوٹ گئی۔

ڈھال (Defence Shield)

شیلڈ ایک دفاعی ہتھیار ہے جسے تلوار' تیر وغیرہ کے حملے کو روکنے کے لیے آگے کیا جاتا تھا۔ پہلے اسے جانوروں کی کھال اور لکڑی سے بنایا گیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی تبدیل ہوئی۔ کبھی گول کبھی بیضوی تو کبھی چوکور۔ اسے موجودہ دور میں پولیس مظاہرین کو روکنے کے لیے استعمال کرتی ہے۔

زرہ (Armour Suit)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''اور ہم نے اسے تمہارے لئے زرہ بنانا سکھایا' تا کہ وہ تمہاری لڑائی سے تمہارا بچاؤ کرے۔تو کیا تم شکر کرنے والے ہو'' (سورۃ الانبیاء۔ آیت:80)

(باقی صفحہ 43 پر)

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

میں میٹرک کے بعد کیا کروں

ایک مشکل سوال کا جواب انتہائی آسان اسلوب میں

آپ میٹرک کے بعد کیا کریں گے؟

جی میں ...! ابھی کچھ سوچا نہیں ہے رزلٹ آنے کے بعد فیصلہ کروں گا۔

میٹرک کے طلباء سے اگر یہ سوال کیا جائے تو عموماً یہی جواب ملتا ہے۔ ایک دوسری سوچ جو بالعموم ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے کہ میٹرک کے بعد ایف ایس سی اور پھر ڈاکٹر بننا ہے یا انجینئر......اس کے علاوہ اور کوئی فیلڈ نظر آتی ہی نہیں ہے۔ جو طالبعلم ایف ایس سی کے علاوہ کوئی اور کورس کرتا ہے تو وہ نالائق تصور کیا جاتا ہے۔ وہ بے چارہ طالبعلم بھی احساس کمتری کا شکار رہتا ہے کہ میں ایف ایس سی کیوں نہیں کر رہا۔

طلباء کی اپنے مستقبل کے بارے میں لاعلمی کا علم یہ ہے کہ وہ یہ تک نہیں جانتے کہ انہیں آگے کیا پڑھنا چاہیے اور کس فیلڈ میں وہ بہتر کارکردگی دکھا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کالجز میں جب داخلہ فارم پر کئے جاتے ہیں تو اگر ایک طالبعلم نے پری میڈیکل یا پری انجینئرنگ لکھ دیا تو باقی بھی اس کی دیکھا دیکھی یہی لکھ دیتے ہیں۔ جب ایسے طالب علم اس فیلڈ میں بہتر کارکردگی نہیں دکھا پاتے یا یہ ان کے ذوق اور دلچسپی سے مطابقت نہیں رکھ پاتا تو بہت سے طالبعلم اپنی پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ جس کورس میں وہ داخلہ لے چکے ہوتے ہیں، وہ ان کی ذہنی استعداد کے مطابق نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے ان کی اس کورس میں دلچسپی کم ہونا شروع ہوتی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ یا تو اس فیلڈ میں اپنی صلاحیت اور ذہانت کے مطابق کارکردگی نہیں دکھا پاتے۔

ذیل میں میٹرک کے بعد ایک طالبعلم کے لیے ممکنہ کورسز کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس میں وہ داخلہ لے سکتا ہے۔ مزید یہ کہ ان کورسز کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کی افادیت بھی بتائی گئی ہے کیونکہ محض ڈاکٹر یا انجینئر ہی معاشرے میں کامیاب نہیں ہوتے بلکہ اور بھی بہت سے شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کسی ڈاکٹر یا انجینئر سے زیادہ کامیاب زندگی گزارتے ہیں۔

سائنس کے ساتھ میٹرک کرنے والے طلباء عموماً FSc میں ہی داخلہ لیتے ہیں۔ FSc میں دو بڑے گروپ ہیں۔

(i) پری میڈیکل

حنظلہ عماد

(ii) پری انجینئرنگ

پری میڈیکل

اس گروپ میں داخلہ حاصل کرنے والے طلباء کے متعلق یہی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ MBBS کریں گے اور ڈاکٹر بنیں گے۔ لیکن پری میڈیکل گروپ میں FSc کرنے والے اگر ڈاکٹر نہ بھی بنیں تو بھی میڈیکل اور بائیولوجی سے متعلقہ اور بہت سی ایسی فیلڈز ہیں جن کی مدد سے مستقبل محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً زراعت کا شعبہ بھی ایک انتہائی اہم شعبہ ہے۔ اس کے علاوہ پری میڈیکل کرنے والے طلباء باٹنی، زوالوجی، مائیکروبائیولوجی، بائیوکیمسٹری، باؤٹیکنالوجی، فزیوتھراپی، نیوٹریشن اینڈ فوڈ ٹیکنالوجی وغیرہ میں بی ایس، ایم ایس کر سکتے ہیں۔ الغرض پری میڈیکل گروپ میں FSc کرنے والے طالبعلم اگر MBBS نہیں بھی کر پاتے تب بھی ان کے لئے بہت سے آپشنز موجود ہیں۔

پری میڈیکل گروپ میں لازمی مضامین کے علاوہ کیمسٹری، فزکس اور بائیولوجی بطور اختیاری مضامین کے پڑھائی جاتی ہے۔

پری انجینئرنگ

دوسرا بڑا گروپ جس میں میٹرک کے بعد سائنس کے طالبعلم داخلہ لیتے ہیں وہ پری انجینئرنگ کا گروپ ہے اس میں داخلہ لینے والے طالبعلم لازمی مضامین کے علاوہ فزکس کیمسٹری اور ریاضی پڑھتے ہیں۔

F.Sc کرنے والے طلباء کے لیے سب سے پرکشش تعلیمی شعبہ انجینئرنگ میں داخلہ لینا ہے۔ انجینئرنگ میں بہت سارے شعبے ہیں جن میں داخلہ لیا جاسکتا ہے لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ FSc پری انجینئرنگ کرنے والا طالبعلم محض انجینئرنگ میں ہی داخلہ لے۔

اگر کسی کا داخلہ انجینئرنگ میں نہیں ہوتا تو وہ کوئی دوسرا شعبہ بھی اختیار کرسکتا ہے مثلاً بزنس یا آرٹس کے مضامین میں بی ایس کرسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ پری انجینئرنگ کرنے والا طالبعلم اگر انجینئرنگ نہ بھی کرسکے تو اس کے لیے متعدد دوسری راہیں موجود ہیں جن کو وہ اختیار کرسکتا ہے۔

یہی صورتحال پری میڈیکل کرنے والوں کے ساتھ بھی ہے اگر وہ کسی پروفیشنل ڈگری میں داخلہ حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو کسی بھی مضمون میں بی ایس کر سکتے ہیں۔

لیکن اوپر بیان کردہ دونوں صورتحال کے لیے طالب علم کا محنتی اور اپنی پڑھائی کے ساتھ مخلص ہونا بھی ضروری ہے۔

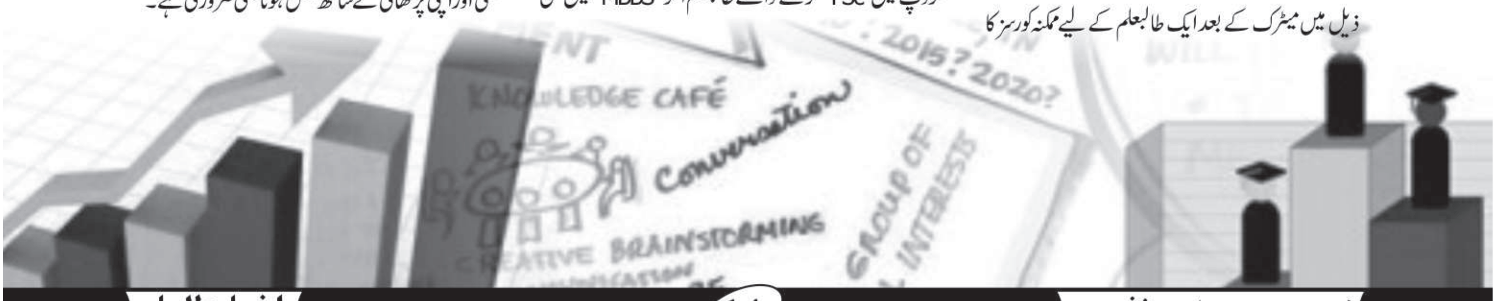

ایف ایس سی کے علاوہ میٹرک کے بعد دیگر مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کمپیوٹر سائنس

سائنس کے ساتھ میٹرک کے بعد ایسے طالبعلم جن کو کمپیوٹر سے دلچسپی ہوتی ہے اور وہ کمپیوٹر کو ہی بطور کیریئر اپنانا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ میٹرک کے بعد ICS کریں۔

ICS میں کمپیوٹر کا مضمون لازمی ہوتا ہے۔اس کے علاوہ دیگر مضامین میں فزکس، سٹیٹ، اکنامکس وغیرہ میں سے کوئی بھی دو ہوسکتے ہیں۔

ICS کرنے والا طالبعلم IT سے متعلقہ تمام شعبوں میں انجینئرنگ کرسکتا ہے۔ IT کی بھی متعدد شاخیں ہیں جن میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔آج کل چونکہ کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور ہے لہٰذا اس سے متعلقہ افراد کا مستقبل روشن ہے۔

FA (جنرل سائنس گروپ)

ہمارے ہاں عموماً یہ تصور پایا جاتا ہے کہ آرٹس صرف وہ طالبعلم پڑھتے ہیں جو نالائق ہوتے ہیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

اگر ہم موجودہ معاشرے پر نظر دوڑائیں تو ہمیں بہت سے کامیاب افراد نظر آتے ہیں جو محض آرٹس پڑھے ہوئے ہیں۔ان میں سرفہرست بہت سے سرکاری افسران ہیں۔ جو CSS کا امتحان پاس کرتے ہیں۔یہ ان میں بہت سے آرٹس کے طالبعلم ہوتے ہیں۔

لہٰذا جو طالبعلم سائنس نہیں پڑھنا چاہتے تو انہیں چاہیے کہ سائنس میں داخلہ لے کر سال ضائع کرنے کی بجائے آرٹس میں داخلہ لیں اور اچھے نمبر حاصل کریں۔

CSS کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سے شعبہ جات ہیں جن میں آرٹس اور جنرل سائنس کے ساتھ FA کرنے کے بعد طالب علم داخلہ لے سکتا ہے۔ان دیگر شعبہ جات میں بزنس ایک اہم شعبہ ہے۔

کامرس

جو طالبعلم کاروباری رجحان رکھتے ہیں انہیں میٹرک کے بعد کامرس کا شعبہ اختیار کرنا چاہیے۔ کامرس میں میٹرک کے بعد دو قسم کے کورسز کروائے جاتے ہیں۔

آئی کام I.Com

ڈی کام D.com

اس کے بعد طلباء بی کام، بی بی اے، اور پھر ایم کام، ایم بی اے وغیرہ کرسکتے ہیں۔

آئی کام اور ڈی کام کرنے والے طلباء اس کے بعد بی کام، بی بی اے اور کامرس کے دیگر شعبہ جات میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

ایسوسی ایٹ انجینئرنگ (DAE)

میٹرک سائنس کے ساتھ کرنے کے باوجود بہت سے طلباء کے لیے FSc اس لیے بہت مشکل ہوجاتی ہے کیونکہ وہ ساری کی ساری انگلش میڈیم ہوتی ہے۔

لہٰذا ایسے طالبعلم جن کی انگریزی کمزور ہے یا جن کو انگریزی میڈیم پڑھنے میں دشواری کا سامنا ہے انہیں یہ ڈپلومہ کرنا چاہیے۔ ڈپلومہ برائے ایسوسی ایٹ انجینئرنگ، پری انجینئرنگ کے مساوی ہے۔ ڈپلومہ کرنے والے طلباء ڈپلومے کے بعد بھی ملازمت کرسکتے ہیں۔اس کا دورانیہ تین سال ہوتا ہے اور اس کے بعد انجینئرنگ میں بھی داخلہ لیا جاسکتا ہے اور بی ٹیک یا بی ٹیک آنرز بھی کیا جاسکتا ہے۔واضح رہے کہ حال ہی میں پاکستان انجینئرنگ کونسل (PEC) نے بی ٹیک آنرز کو انجینئرنگ کے مساوی قرار دیا ہے۔ چونکہ یہ ٹیکنیکل شعبہ ہے اس لیے موجودہ دور میں اس کی مانگ میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

DAE مختلف شعبوں میں کروایا جاتا ہے جن میں نمایاں الیکٹریکل، الیکٹرونکس، سول، مکینیکل، کیمیکل، انفارمیشن ٹیکنالوجی شامل ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ میٹرک کے بعد ایف ایس سی کے علاوہ دیگر کئی شعبہ جات میں داخلہ لے سکتے ہیں جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ ان میں کامرس، کمپیوٹر سائنس، آرٹس، ایسوسی ایٹ انجینئرنگ اور جنرل سائنس گروپ شامل ہیں، جن کے بعد مختلف پروفیشنل شعبہ جات کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ جو انجینئرنگ، میڈیکل اور نیچرل سائنسز کا بہترین متبادل ہیں۔

عزیز طلباء! آپ کو یہ ساری معلومات فراہم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں اور اپنے لیے وہی شعبہ منتخب کریں جو آپ کے لیے مناسب اور موزوں ہے اور اپنا دیگر وقت اللہ کے دین کے لیے صرف کریں۔حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا یہ جتنا بھی علم ہے یہ محض فن ہے کہ پرسہولت زندگی کو کیسے ممکن بنایا جائے۔ جبکہ اصل علم تو قرآن و حدیث کا علم ہے۔ اس علم کو بھی ضرور حاصل کرنا اور اپنی زندگیوں میں زندہ کرنا چاہیے۔لیکن مطمع نظر یہ ہونا چاہیے کہ ہم اس سیکھے گئے علم کے ذریعے اللہ کی دین کی کیا خدمت کرسکتے ہیں۔ کاروبار کرنا پیسہ کمانا حرام نہیں ہے لیکن اولین ترجیح اللہ کے دین کی خدمت ہونی چاہیے۔

اللہ ہمیں اپنی صلاحیتیں دین اسلام کی خدمت میں استعمال کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

بقیہ | ایک امتحان اور بھی ہے

اس کے رنگ میں ڈھل جانے والی ہوں گی۔ان کی بھوئیں ہموار اور پلکیں دراز ہوں گی۔ان کے بال ریشم کی طرح نرم اور چمکدار اور ان کے سفید رنگ کے برعکس گہرے سیاہ اور پنڈلیوں تک لمبے ہوں گے۔ان کی آواز سریلے نغمے کی طرح کان میں رس گھولتی ہوئی، ان کے وجود میں حیاء کا عطر اور سانسوں میں خوشبوؤں کی مہک ہوگی۔ان کا معطر وجود مخملی لباس اور چمکتے زیورات کے اندر بادلوں میں چھپتے کھلتے بدر کامل کا منظر پیش کرے گا۔

اس کے برعکس اخروی امتحان میں ناکامی کی صورت میں جہنم ہوگی۔جس میں حد درجہ دہشت ناک مناظر بپا ہوں گے۔ وہاں خوفناک اور توانا فرشتے بھڑکتی آگ میں چند انتہائی بدہیبت اور بدشکل انسانوں کو گھسیٹ رہے ہوں گے۔ان کے گلے میں طوق ہوں گے اور ہاتھ پاؤں میں بھاری اور نوکیلی زنجیریں ہوں گی۔ان کے چہرے کا گوشت آگ میں جل چکا ہوگا۔ان کے جسم پر آگ کا بنا لباس ہوگا جس سے سلگتی آگ ان کے جسموں کو جلا رہی ہوگی۔وہ شدت تکلیف کے مارے چیخ رہے ہوں گے۔رو رو کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کررہے ہوں گے کہ انہیں ایک دفعہ پھر دنیا میں بھیجا جائے۔ پھر وہ کبھی ظلم، کفر اور ناانصافی نہیں کریں گے۔جہنمی چلا چلا کر پانی طلب کریں گے تو فرشتے انہیں گھسیٹ کر ابلتے پانی کے چشموں پر لے جائیں گے۔پیاس کی شدت سے وہ کھولتا ہوا پانی پینے پر مجبور ہوں گے۔ پانی پینے کے بعد ان کی چیخ و پکار بلند ہوجائے گی۔اس سے ان کے چہرے کی کھال اتر جائے گی اور ان کے ہونٹ لٹک جائیں گے۔

محترم قارئین! محمد ساریہ کے پاس عارضی زندگی کے معمولی سے امتحان میں سفارش اور دوبارہ امتحان دینے کا مواقع موجود تھے۔لیکن آخرت کے اس امتحان میں دوبارہ زندگی ملنے کا کوئی موقع نہیں ملے گا اور نہ ہی سفارش چلے گی۔ہم نے آخرت کے امتحان میں ہونے والے مراحل کا جائزہ لیا۔جس میں قبر میں سوال جواب کے ہولناک لمحات اور میدان محشر کی دلدوز کیفیات کو سمجھا۔کامیابی کی صورت میں ملنے والی بے نظیر جنت اور ناکامی کی صورت میں ملنے والی خوفناک جہنم کا احوال پڑھا۔تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ دنیا کے امتحانات ان کی کامیابیاں اور ناکامیاں آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہیں اور ان کا آپس میں کوئی موازنہ نہیں ہماری منزل کونسی کامیابی ہے۔کون سا امتحان ہے جو ہماری ترجیحات میں ہے اور ہم نے اس کی کیا تیاری کی ہے؟ ہمیں اس کا جائزہ لینا اور اپنا احتساب کرنا ہے کہ یہ امتحان صرف ایک مرتبہ ہی ہوگا لیکن اس کے نتائج ہمیشہ باقی رہنے والے ہوں گے۔

مقبوضہ بیت المقدس میں یہودی بستیوں کی تعمیر

اسرائیلی بدمعاشی کا علاج ملت اسلامیہ کا اتحاد اور جہاد فی سبیل اللہ ہے

عبدالرحمٰن

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُواْ الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُو (سورہ المآئدہ:82)

''یقیناً تو ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنہوں نے شریک بنائے ہیں۔''

دنیا میں جاری آزادی کی تحریکوں کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ غاصب قوموں نے ہر طرح کے ظلم وستم ڈھائے مگر وہ آزادی کے متوالوں کی آواز کو دبانے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ تحریک آزادیٔ فلسطین بھی پورے جوش و جذبے سے جاری ہے اور غیور فلسطینی اپنی زمین کے ایک انچ پر بھی صیہونیوں کے ناپاک تسلط کو قائم ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا ہر بوڑھا، بچہ، جوان حتیٰ کے خواتین بھی اسرائیلی فوجیوں کو اپنے علاقوں سے بے دخل کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے پر تیار ہیں۔ وہ پوری بصیرت کے ساتھ اپنے اس مقصد سے منسلک ہیں اور اسرائیلی ظلم و جور کی رقم ہوتی نئی نئی داستانیں بھی ان کے پایۂ استقلال میں لغزش پیدا نہیں کرسکیں۔ دوسری طرف غاصب یہودیوں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ فلسطینیوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جائے اور وہ آئے روز ایسے اقدامات کرتے رہتے ہیں جن سے مظلوم مسلمانوں کی مشکلات و مصائب میں اضافہ ہوسکے۔

صیہونی لابی کی طرف سے حال ہی میں ایک نیا منصوبہ تیار کیا گیا جس کے تحت مسلمانوں کے مقدس شہر ''بیت المقدس'' کو صیہونی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہودی کس طرح بیت المقدس کو یہودیانے کی کوشش میں ہیں؟ اس پر تفصیلی بات سے قبل بیت المقدس کی تاریخ کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

بیت المقدس کو یورپی زبانوں میں Jerussalem (یروشلم) کہتے ہیں۔ ''بیت المقدس'' سے مراد وہ ''مبارک گھر'' یا ایسا گھر ہے کہ جس کے ذریعے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ پہلی صدی قبل از مسیح میں جب رومیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔ بیت المقدس پہاڑیوں پر آباد ہے اور انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام کوہ صیہون ہے جس پر مسجد اقصیٰ اور قبتہ الصخر واقع ہیں۔ کوہ صیہون کے نام پر ہی یہودیوں کی عالمی تحریک صیہونیت قائم کی گئی۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے عراق سے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی تھی۔ 620 سن عیسوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کی رہنمائی میں مکہ سے بیت المقدس پہنچے اور پھر معراجِ آسمانی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی

مشرقی یروشلم اور مغربی کنارے پر قبضے کے بعد اب تک تعمیر کی گئی سو سے زائد اسرائیلی بستیوں میں تقریباً 5 لاکھ یہودی آباد ہیں۔ ان آبادیوں کو بین الاقوامی طور پر غیر قانونی مانا جاتا ہے

الٰہی کے مطابق بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بنیاد ڈالی اور ان کی وجہ سے بیت المقدس آباد ہوا۔ پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام (961 ق م) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر و تجدید کی گئی۔ اس لئے یہودی مسجدِ بیت القدس کو ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔ ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو 586 ق م میں شاہ بابل (عراق) بخت نصر نے مسمار کردیا تھا اور ایک لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا۔ بخت نصر کے بعد 539 ق م میں شہنشاہ فارس روش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی۔ یہودی حکمران ہیرود اعظم کے زمانے میں یہودیوں نے بیت المقدس شہر اور ہیکل سلیمانی پھر تعمیر کر لئے۔ یروشلم پر دوسری تباہی رومیوں کے دور میں نازل ہوئی۔ رومی جرنیل ٹائٹس نے 70ء میں یروشلم اور ہیکل سلیمانی دونوں مسمار کردیئے۔ 137 ق م میں رومی شہنشاہ ہیڈرین نے شوریدہ سر یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کردیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں رومیوں نے عیسائیت قبول کرلی اور بیت المقدس میں گرجے تعمیر کیے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو جاتے ہوئے بیت المقدس پہنچے تب بھی اور اس کے بعد 2ھ بمطابق 624ء تک بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ تھا، حتیٰ کہ حکم الٰہی کے مطابق کعبہ (مکہ) کو قبلہ قرار دیا گیا۔ 17ھ یعنی 639ء میں عہد فاروقی میں عیسائیوں سے ایک معاہدے کے تحت بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں یہاں مسجد اقصیٰ کی تعمیر عمل میں آئی اور صخرہ معراج پر قبتہ الصخر بنایا گیا۔ 1099ء میں پہلی صلیبی جنگ کے موقع پر یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے 70 ہزار مسلمانوں کو شہید کردیا جبکہ 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔ پہلی جنگ عظیم دسمبر 1917ء کے دوران انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر 1947ء میں اقوام کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کردیا اور جب 14 مئی 1948ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کردیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے 78 فیصد رقبے پر قابض ہوگئے، تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) اور غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے

میں آ گئے۔ تیسری عرب اسرائیل جنگ (جون 1967ء) میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جمالیا۔ یوں مسلمانوں کا قبلہ اول ہنوز یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ یہودیوں کے بقول 70ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں دو ہزار سال سے یہودی زائرین آ کر رویا کرتے تھے اسی لئے اسے ''دیوار گریہ'' کہا جاتا ہے۔ اب یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بھی بنا رکھا ہے۔

تاریخی حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیت المقدس کا تعلق اہل اسلام سے ہے مگر اسرائیلی حکومت مسلسل اس کوشش میں ہے کہ بیت المقدس کے تمام مقامات کے ناموں کو تبدیل کر کے اس کی ثقافت کو بدلا جائے۔ اس حوالے سے شائع کردہ ایک رپورٹ کے مطابق مقبوضہ بیت المقدس کی بلدیہ نے حال ہی میں ایک فیصلے کی منظوری دی ہے جس کے مطابق اس شہر مقدس کے 43 مقامات کے عربی نام تبدیل کر کے انہیں عبرانی نام دیئے جائیں گے۔ ویسے تو یہ مہم ایک طویل عرصے سے جاری ہے مگر پچھلے کچھ عرصے سے اس میں خاص طور پر تیزی دیکھنے میں آئی ہے۔ پچھلے کچھ عرصہ میں تقریباً 141 شاہراہوں اور کالونیوں کے ناموں کو تبدیل کر کے ان کے عبرانی نام رکھے گئے۔ اتنے بڑے پیمانے پر ناموں کی تبدیلی اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

اسی طرح بیت المقدس میں رہائش پذیر مسلمانوں کو مختلف حیلے بہانوں سے ہراساں کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں بھی اسرائیلی فوجی مغربی کنارے کے شہر جنین کے گاؤں میں واقع ایک قدیم تاریخی مسجد میں داخل ہوئے اور انہوں نے نمازیوں کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ بہانہ بنایا کہ اس مسجد میں (نام نہاد) یہودی آثارِ قدیمہ کے پتھر موجود ہیں۔ یہ چونکہ رومی دور کی ایک عمارت ہے جسے بعد ازاں مسجد میں تبدیل کیا گیا اس لئے یہاں عبرانی عبارات پر مشتمل پتھروں کا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں مگر اس بہانے اسرائیلی فوج بارہا مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھا چکی ہے۔

ایک اور زیادتی کرتے ہوئے پچھلے دنوں اسرائیلی سپریم کورٹ نے مسلمانوں کے قبرستان پر پارک تعمیر کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ یاد رہے کہ فلسطین میں مقدس مقامات کی نگران انجمن اقصیٰ فاؤنڈیشن نے الرملہ شہر کے اس قبرستان پر پارک کی تعمیر کو چیلنج کیا تھا مگر قوی دلائل ہونے کے باوجود مسلمان وکیل کی بات رد کر دی گئی اور اسرائیلیوں کو یہاں پارک تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ قبرستان 60 برس سے یہودیوں کے قبضے میں ہے جہاں مسلمانوں کو اپنے میتیں دفن کرنے کی اجازت بھی نہیں۔ اسرائیلی سپریم کورٹ کے اس فیصلے سے نہ صرف فلسطینی مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں بلکہ یہ فیصلہ انسانیت اور تہذیب کے سراسر منافی ہے۔ مگر شاید صیہونی لابی کے نزدیک انسانیت اور تہذیب جیسے الفاظ بالکل بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔

غیور فلسطینی اپنی زمین کے ایک انچ پر بھی صیہونیوں کے ناپاک تسلط کو قائم ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا ہر بوڑھا، بچہ، جوان حتیٰ کہ خواتین بھی اسرائیلی فوجیوں کو اپنے علاقوں سے بے دخل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے پر تیار ہیں

بیت المقدس کے حوالے سے ایک اور اہم مسئلہ اس شہر مقدس میں یہودی بستیوں کی تعمیر کا فیصلہ ہے۔ اس حوالے سے پچھلے دنوں ہونے والے اس فیصلے کو نہ صرف اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بانی کی مون نے غیر قانونی قرار دیا بلکہ فرانس، جرمنی، برطانیہ اور پرتگال نے بھی اس فیصلے پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ دوسری طرف اسرائیل کے ہٹ دھرم وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو نے کہا ہے کہ ''یہودی بستیوں کی تعمیر ضرور کی جائے گی۔ اسرائیل ہمیشہ اپنے اہم مفادات کو سامنے رکھے گا اور اپنا فیصلہ نہیں بدلے گا۔ بین الاقوامی دباؤ میں آ کر مشرقی یروشلم (بیت المقدس) اور غرب اردن میں آباد کاروں کے لئے تین ہزار نئے گھر بنانے کے منصوبے کو ترک نہیں کریں گے۔'' یروشلم کی پلاننگ کمیٹی کی جانب سے مشرقی یروشلم میں 2610 مکانات پر مشتمل یہودی بستی کی تعمیر کا فیصلہ عالمی قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ ایسا 1997ء کے بعد پہلی بار ہو رہا ہے کہ بیت المقدس میں کسی یہودی بستی کی تعمیر کی جائے۔ مکانوں کی تعمیر سے مشرقی یروشلم میں بسنے والے فلسطینیوں کے مغربی کنارے سے روابط بالکل ختم ہو جائیں گے اور شاید یہی اسرائیل کا ان بستیوں کی تعمیر کا بڑا مقصد بھی ہے۔ یاد رہے کہ مشرقی یروشلم اور مغربی کنارے پر قبضے کے بعد اب تک تعمیر کی گئی سو سے زائد اسرائیلی بستیوں میں تقریباً 5 لاکھ یہودی آباد ہیں۔ ان آبادیوں کو بین الاقوامی طور پر غیر قانونی مانا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسرائیل ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔

محترم قارئین! قرآن کے فیصلے کے مطابق مسلمانوں کی دشمنی میں یہود و ہنود سب سے متشدد ہیں۔ ایک طرف یہودیوں نے فلسطین میں ظلم کا بازار گرم رکھا ہے تو دوسری طرف ہندوؤں نے کشمیر میں آگ اور خون کا کھیل جاری رکھا ہوا ہے۔ عالمی برادری کی خاموشی تو ایک طرف اس حوالے سے مسلم امہ کا کردار بھی قابل فکر ہے۔ مسلمان ممالک کا کوئی موثر مشترکہ پلیٹ فارم نہ ہونے کے سبب کفار ہم پر ایک کے بعد دوسرا حملہ کرنے میں مگن ہیں۔ کبھی ایک علاقے پر یلغار کی جاتی ہے تو کبھی دوسرے علاقے کو یرغمال بنایا جاتا ہے۔ اس ظلم وستم کا ایک ہی حل ہے کہ مسلمان باہم متحد ہو کر اللہ کے حکم ''قتال فی سبیل اللہ'' پر عمل شروع کر دیں۔ یقیناً ظلم کے خلاف جاری جہاد دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کا باعث بنے گا اور اسی میں مسلمانوں کی تمام مشکلات کا حل پوشیدہ ہے۔

ہم سمجھتے تھے لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

تعلیمی اداروں میں بڑھتا ہوا الحاد

تعلیمی اداروں میں باطل افکار کے ہاتھوں یرغمال طلباء کے لئے ایک رہنما تحریر

وقار احمد، FCCU

''یار ویسے خدا ہے؟ مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ ہے''

میں یونیورسٹی میں کلاس سے فراغت کے بعد گراؤنڈ میں چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس آواز نے صرف میری توجہ ہی مبذول نہیں کی بلکہ میرے تمام حواس کو بھی چوکنا کر دیا۔ سر گھما کر دیکھا تو کچھ طالب علم نظر آئے جو اس موضوع پر محوِ گفتگو تھے۔ یہ صورتحال میرے لئے حیران کن بھی تھی اور فکر آمیز بھی کہ کچھ اسی طرح کے جملے ایک اور طالب علم نے جس کی میرے ساتھ اچھی خاصی شناسائی تھی اور جسے میں پہلے' دوسرے سمسٹر میں مسجد میں اکثر دیکھا کرتا' کچھ دن پہلے میرے سامنے دہرائے تھے کہ...... رام اور رحیم میں کوئی فرق نہیں......!!

ڈیپارٹمنٹ کے کوریڈور میں کھڑے میں نے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ رام اور رحیم کا فرق کیا ہے؟ مگر اس نئے واقعے نے مجھے یہ سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا کہ کیا وجہ ہے ہمارے یہ ساتھی یونیورسٹی میں آنے کے بعد رفتہ رفتہ اپنے ایمان' عقیدہ اور عمل سے تہی دامن ہو جاتے ہیں اور دین میں شک کا شکار ہونے لگتے ہیں......!!

لادینیت کی تاریک آندھیوں میں اپنا آشیانہ کھو جانے والے پرندوں کی طرح...... مجھے ان نوجوانوں پر ترس آتا ہے کہ جس شاخ پر وہ اپنا نشیمن بنا چکے ہیں وہ بڑی ہی ناپائیدار ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو بظاہر تو خود کو مسلمان سمجھنے والے ہیں ......مگر بنیادی عقائد پر شک اور مغربی افکار کی یلغار کا شکار ہو کر انہی کے راستے اختیار کر چکے ہیں۔

حقیقت بات یہ ہے کہ جب بندے کا اللہ پر ایمان اور یقین کمزور ہو جاتا ہے' وہ بنیادی عقائد میں شک کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر اس کے اعمال کے اندر بھی کمزوریاں در آتی ہے اور بدعملی بڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ بندے کو ''نفاق سے کفر'' کی طرف لے جاتی ہے۔ آج ہمارے بعض نوجوان بھی اسی کیفیت سے دوچار نظر آتے ہیں۔ وجودِ باری تعالیٰ، سکرات الموت' قبر کی زندگی' موت کے بعد زندہ ہونے' اللہ کی عدالت میں کھڑے ہونے اور سزا و جزا کے تصور کے بارے میں شک کا شکار ہیں۔ دنیا کی دوڑ دھوپ میں پھنسے' اسی کو اپنا ہم و غم بنانے، اسی کو بسانے کے لئے دن رات وہ ایک کئے ہوئے ہیں۔ مگر اسلام کے شعار' اللہ کی حدود اور مذہب کا تصور انہیں گلے کا طوق نظر آتا ہے۔ ایسے تصورات امتِ مسلمہ میں راسخ کرنے میں مغرب کا کردار نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مغربی ممالک کے تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل ڈاکٹرز اور پروفیسرز نے ہمارے اداروں میں باطل نظریات کی خوب آبیاری کی کیونکہ وہ انہی نظریات، تہذیب، اخلاقیات اور مادی ترقی سے مرعوب اور متاثر تھے۔ ہمارے نظام تعلیم، نظامِ سیاست اور میڈیا پر ایسے لوگ مسلط ہوئے جنہوں نے دین کو بھی نہ چھوڑا بلکہ اس پر بھی ان نظریات کو لاگو کر کے گمراہیاں پھیلائیں۔

اس سب کے باوجود اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ یہ اللہ کا واحد دین ہے جو تا ابد قائم و دائم ہے۔ قرآن و حدیث اپنی اصلی اور عملی حالت میں زندہ و محفوظ ہے۔ دیگر الہامی کتابوں کا یہ المیہ تھا کہ ان میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں کر لی گئیں۔ مرضی کے قوانین اور ڈھانچے بنائے گئے۔ جو انسانیت کو انصاف نہ دے سکے اور وہ فی زمانہ سائنسی حقائق اور جدید فلسفے کے سامنے کھڑے نہ رہ سکے۔ اس کے نتیجے میں مذہب سے بیزاری، کلیسا و حکومت کی علیحدگی کی تحریک کھڑی ہوئی۔ کیمونزم نے جنم لیا۔ عملی زندگیوں میں یہ نظام چل نہ سکے۔ جبکہ اس کے برعکس قرآن محفوظ رہا' حدیث و سیرت مستند صورت میں موجود رہی۔ اسلام زندہ رہا جس نے ہر الحادی فکر اور ہر عقلی گمراہی کے سیلاب کے آگے بند باندھا۔

> یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ اللہ کی ہستی کا مکمل ادراک اور احاطہ کیا جا سکے۔ کیونکہ عقل کے بارے میں یہ بات بالخصوص درست ہے کہ یہ معروضی حقیقت تک پہنچتے پہنچتے ہانپ جاتی ہے

مغرب کے مذہب بیزار طبقے میں یہ فکر پھیلی جو امت مسلمہ کے ذہنوں میں بھی راسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ''دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے۔'' دنیا کی کامیابی ہی کامیابی اور اسکی ناکامی ہی حقیقی ناکامی ہے۔ یعنی جو ظاہر اور قریب کی چیز ہے وہی حقیقت ہے اور جو اس سے بعید ہے وہ غیر حقیقی ہے، اس کا وجود نہیں۔ سو اس دنیا میں جو کر سکتے ہو کرو۔ حرام حلال کی تمیز کے بغیر دولت کماؤ یعنی جو چاہو سو کرو۔ یہ سوچ پھر انفرادی طور پر نہیں' بلکہ پورا معاشرہ ہی اس پر تعمیر ہوگا، اخلاقی اقدار اسی کی بنیاد پر بنیں گی۔ معاشرت اور سماج کو اسی پر قائم کیا جائے گا۔ گو دنیا کی ہوس اور اس سے زیادہ سے زیادہ ''مستفید'' ہونے کی کوشش ہوگی۔ دولت، عورت اور عزت کی ہوس اور زیادتی سے صرف ایک ہی چیز مانع ہوگی اور وہ ہے دنیا میں سزا اور جزا۔ اگر دنیا میں ملتی نظر آتی ہے تو میں اس سے باز رہوں گا۔ اگر کوئی مجھ سے طاقتور نہیں کہ مجھے سزا دے سکے یا میں اپنا جرم چھپا سکتا ہوں یا معاشرے کی روایات مجھے اس کا جواز دیتی ہیں تو میں جی بھر کر ان کا مرتکب ہوں گا کیونکہ اسی میں میرا مفاد ہے۔ اسی میں میری ہوس کی تسکین ہوتی ہے۔ معاشرے کا ماحول بگڑتا ہے تو بگڑتا رہے۔ اس کا بگاڑ میری نظر میں بگاڑ ہوگا ہی نہیں کیونکہ میری ترجیح تو اس گناہ سے جی بھر کر لطف اندوز ہونا ہے۔

تب تو اخلاقیات و معاشرت اسی بے ہنگم اور بے لگام ہوس پر تعمیر ہونگی۔ پھر معاشرے کے اس بگاڑ اور جرائم پر قابو پانے کی کوئی کوشش بھی بار آور نہیں ہوگی۔ چاہے کیسے ہی قوانین بنا لئے جائیں اور ان پر عمل درآمد بھی ممکن بنا لیا جائے اور معاشرہ تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ بھی ہو مگر فطرت سے انحراف پر وہ ضرور بگاڑ کی راہوں

پر گامزن ہوگا۔

جس کی ایک اہم مثال امریکہ ہے جو سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے مگر اس میں جرائم کی شرح دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ ہے۔ آج سے 23 سال قبل 1990ء کی ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں روزانہ صرف آبروریزی (Rape) کے اوسطاً 1756 واقعات پیش آئے۔ نیشنل کرائم سروے کی 1996 کی رپورٹ کے مطابق ان میں 10 فیصد اضافہ ہوگیا۔ ان میں سے صرف 0.8 فیصد مجرموں کو مقدمات کا سامنا کرنا پڑا جبکہ باقی یا تو گرفتار نہ ہوئے یا پھر مقدمے کی نوبت آنے سے پہلے ہی چھوڑ دیا گیا۔ جبکہ قتل، ڈکیتی، تشدد اور دیگر جرائم اسکے علاوہ ہیں۔ دوسری طرف آپ کو یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوگی کہ سب سے کم جرائم سعودی عرب میں ہوتے ہیں۔

فرض کریں اگر امریکہ کے اندر اسلامی شریعت کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ ہر عورت حجاب میں رہتی ہے اور جب کوئی مرد اسے دیکھتا ہے تو فوراً نگاہیں جھکا لیتا ہے۔ اسی طرح عصمت دری کے مجرم پر حد لگائی جاتی ہے اور اسے سنگسار کیا جاتا ہے تو جرائم کی شرح پر کم ہوگی یا وہی رہے گی؟ اس کے ساتھ آخرت کی زندگی میں سزا و جزا کا تصور بھی معاشرے میں نکھار لے آئے گا۔

مگر دنیا کی عیش و عشرت کو ممکن بنانے اور اپنی ہوس کی تسکین کے جواز کے لئے شخصی آزادیوں، سیکولرازم، اور جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ جس کے تحت ہر شخص کو وہ سب کچھ کرنے کا حق حاصل ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے یا ایسا کرنے میں وہ راحت محسوس کرتا ہے اور اس سے وہ دوسروں کی زندگیوں کو متاثر نہیں کرتا یا دوسروں کو تکلیف کرنے کا باعث نہیں بنتا۔ جس کے پیچھے یہ باطل تصور ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہے، حق بھی ٹھیک، باطل بھی درست ہے کیونکہ دنیا میں کوئی تصور اور خیال فی نفسہ مکمل طور پر سچ نہیں۔ یعنی ایک چیز اگر آپ کے نزدیک درست ہے تو ممکن ہے کسی دوسرے کے نزدیک غلط ہو اور آپ کا غلط دوسرے کے نزدیک درست ہو۔ اس لئے ہر شخص کو ایسا سب کچھ کرنے کا حق حاصل ہے جس سے دوسرے متاثر نہ ہوں۔ اسی کی بنیاد پر سیکولرازم کی عمارت کھڑی ہے اور جمہوریت کا شیش محل بھی اسی تصور پر قائم ہے کہ انسانوں کی شخصی آزادیاں اور سیکولر اخلاقیات قائم رہیں۔ اکثریت کے درست کو اقلیت پر فوقیت دی جائے۔

مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس خالق نے یہ نظام کائنات ترتیب دیا جو انتہائی مربوط و منظم نظام ہے، اس کے اندر برائی اور بھلائی کا امتیاز نہ ہو۔ ہر چیز کی دنیا میں ضد ہے، جیسے روشنی اور اندھیرا۔ نہ اندھیرا روشنی ہے اور نہ روشنی اندھیرا ہے۔ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ دونوں میں سے ایک غلط اور ایک درست ہے۔ درست کو درست تسلیم کیا جانا چاہیے اور غلط کو غلط کہا جانا چاہیے لیکن کیسے؟ صرف عقل کی بنیاد پر؟ جو ہر چیز پر دوٹوک فیصلہ نہیں دے سکتی...... یہ نظریہ از خود تضاد سے بھرپور ہے۔ اس کی مثال ''جمہوریت'' کو دیکھ لیتے ہیں کہ اس کے حامی ایک طرف شخصی آزادیوں کا ڈھنڈورا پیٹتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف اکثریت کو اقلیت کی خواہشات، شخصی آزادیوں اور احترام رائے پر مسلط کر دیتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟

> **کتنے فنون ہیں دورِ حاضر کے جو ہم رکھتے ہیں۔ اپنے نفع و نقصان کے فیصلے بڑے محتاط انداز میں کرتے ہیں۔ زندگی میں ان پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں مگر اسلام سے پرایا سلوک کیوں؟**

کیا واقعی کلی طور پر سچائی (Ultimate Truth) کا وجود نہیں ہے؟ معاشرے پر کس کو فوقیت اور حکومت دی جائے؟ اپنی اپنی سچائیوں کو؟ اقلیت اور اکثریت کی بنیاد پر؟

سیکولرازم کا عمومی معنی یہ کیا جاتا ہے کہ مذہب اور سیاست یا اجتماعی معاملات کو جدا جدا کرلیا جائے۔ جبکہ فی الحقیقت اس کا خمیر ہی مذہب کے انکار اور دین سے بیزاری سے پیدا ہوا ہے۔ اسلام کو بندگان خدا کے ریاستی، سماجی اور معاشرتی امور سے علیحدہ کر کے ذاتیات کے سرد خانے میں ڈال دیا جائے اور معاشرت و ریاست کے تمام معاملات خود ساختہ افکار و نظریات اور عقل کے بے لگام گھوڑے کی سپرد کردیئے جائیں۔ دوسرے لفظوں میں خالق کائنات کے پاس اپنے بندوں کے لئے کوئی لائحہ عمل اور ایجنڈا ہی نہیں۔ **نعوذبالله من ذالک**

اسلام کے عقائد سے انکار کیلئے ملحد اور گمراہ لوگ منطق اور سائنس کو بنیاد بناتے ہیں۔ جن کو ساری قوت ''عقل اور انسانی بصیرت'' پر مہیا کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں پر اس بات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ''اس عقل اور انسانی توجیح کا دائرہ کار کتنا ہے؟ کیا انسانی عقل اور مشاہدہ کامل ہے کہ کسی بھی چیز کے بارے میں حتمی رائے قائم کرسکے؟ صرف سائنس کے معاملے کو ہی دیکھ لیا جائے۔ بہت سی سائنسی توجیحات جو سائنسدانوں نے پیش کی ہیں بعد کے انکشافات نے ان کا رد کیا ہے۔ جو چیزیں انسانی ادراک میں آگئی انہیں حسین و جمیل حقائق کی صورت میں بیان کیا گیا، صرف اس لئے کہ یہ انسانی احاطہ ادراک میں آگئے۔ مثلاً ایٹم کی ساخت کو ہی لیجئے جو مادے کی سب سے چھوٹی اکائی بیان ہوتی ہے مگر اس کے بارے میں سائنس دانوں کی بے بسی ذرا ملاحظہ کیجئے۔

نیلز بوہر جس نے نیوکلیس دریافت کیا' اس کے مطابق اس پر مثبت چارج ہوتا ہے اور منفی چارج رکھنے والے الیکٹرونز اس کے گرد گردش میں ہیں لیکن وہ یہ نہ جان سکا کہ الیکٹرونز مخالف چارج ہونے کے باوجود نیوکلیس سے ٹکراتے کیوں نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ساری دنیا دھماکے سے تباہ ہوجاتی......

ہیزن برگ نے کوانٹم مکینکس کا ''Uncertanity Principle'' پیش کیا جس کے مطابق کسی بھی اٹامک ذرے، جو ایٹم کو تشکیل دیتے ہیں اور جن میں انتہائی قلیل فاصلے ہیں، کی حرکت اور مقام کو بیک وقت اور صحیح طور پر پیمائش نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے مطابق جتنی بھی احتیاط اور باریک بینی سے اس کا مقام (Location) معلوم کیا جائے، اتنا ہی یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کی صحیح حرکت کی رفتار کیا ہوگی۔ گو سائنس ایٹم سے چھوٹی دنیا کے بارے میں حتمی وضاحت نہیں پیش کرسکی۔

ان حقائق کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ فلسفہ اور سائنس مادی دنیا کے حوالے سے بے بسی کے کس مقام پر کھڑے ہیں؟ پھر یہ کیسے یقین کیا جائے کہ طبعی دنیا کی وہ صورت جو ہمیں سائنس بتا رہی ہے وہ واقعتاً صداقت کی تشریح ہے، جیسے کہ وہ اصل حالت میں ہے۔

سائنس اور فلسفہ جو بنیادی انسانی مسائل کی کوئی ٹھوس وضاحت نہیں پیش کر سکتے، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کائنات کی بڑی بڑی حقیقتوں اور اللہ کے وجود کے بارے میں کوئی صحیح تشریح کرسکیں۔ اللہ کی ذات کے منکرین کا کہنا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ ہو اور وہ ابدی ہو اور اس کا کوئی ماخذ نہ ہو۔ یعنی کوئی ابتداء اور انتہا نہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اُن کا مادے کو وہی خصوصیات دینا جو اللہ کی ذات سے ہی متصف ہیں، مثلاً مادے کا ابدی ہونا اور اس کا فنا نہ ہونا' اس کا ماخذ نہ ہونا اپنی ہی منطق کو رد کرنا ہے۔

وجود باری تعالیٰ حقیقت کبریٰ ہے۔ لیکن انسانی عقل کیلئے معمہ بھی۔ شاید ہی کبھی انسان عقل و خرد کی راہ سے اس تک پہنچ جائے۔ لیکن یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ اللہ کی ہستی کا مکمل ادراک اور احاطہ کیا جاسکے۔ کیونکہ عقل کے بارے میں یہ بات بالخصوص درست ہے کہ یہ معروضی حقیقت تک پہنچتے پہنچتے ہانپ جاتی ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ. (سورہ انعام:103)

''اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے اور وہی نہایت باریک بین، سب خبر رکھنے والا ہے۔''

دوسری طرف یہ بات بھی خوبصورت حقیقت ہے کہ سائنس جسے نارواطور پر دین ومذہب کے مقابلے میں لاکھڑا کیا گیا، یہ قرآن اوراسلام کے بیان کردہ حقائق کی تصدیق کرنے پر مجبور ہے بلکہ یہ معرفت الٰہی میں معاون ثابت ہوسکتی ہے۔

قرآن جس زمانے میں نازل ہوا تھا وہ سائنسی ترقی کا دورنہیں تھا۔جس میں سائنس کو وہ برتری حاصل نہیں تھی جو اب حاصل ہے۔مگر اس کی فصاحت و بلاغت نے اس وقت کے بڑے بڑے شعراء اور فکروفن کے حاملین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔وہ گواہی دینے پر مجبور ہوگئے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا! قرآن کی فصاحت و بلاغت آج بھی بڑے بڑے سروں کو خم کردیتی ہے۔اس کا یہ چیلنج کہ جولوگ اس کتاب کے بارے میں شک میں مبتلاء ہیں وہ اس کی مثل کوئی ایک آیت بھی لے آئیں، کوئی قبول نہ کرسکا۔ اس کی فقط ایک مثال دینا مناسب سمجھیں گے۔

مصری عالم علامہ طنطاوی سے ان کے جرمن مستشرقین دوستوں نے پوچھا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کبھی کسی نے گفتگو کی ہے نہ کوئی ایسی زبان لکھ سکا ہے؟ علامہ صاحب نے کہا: ہاں! بلکہ میرا یہ ایمان ہے۔انہوں نے مثال مانگی تو علامہ نے ایک جملہ لکھ دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کریں: ''جہنم بہت وسیع ہے۔'' وہ جو سب عربی کے فاضل تھے انہوں نے بہت زور مارا: جھــنــم واسعــہ... جھنم وسیعہ جیسے جملے بنائے مگر بات نہ بن سکی تو عاجز آگئے۔علامہ نے کہا: لواب سنو قرآن کہتا ہے:

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ

''جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے کیا تو بھر گئی ؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے۔'' (سورہ ق، آیات: 30)

اس پر جرمن مستشرقین اپنی نشستوں پر کھڑے ہوگئے اور قرآن کے اعجاز بیان پر مارے حیرت کے چھاتیاں پیٹنے لگے۔

ہم چونکہ اس دور میں میں جی رہے ہیں جہاں انسانی توجیہ، استدلال اور تجربی علوم کوفوقیت حاصل ہے اس لئے ایسے لوگ کم ہوں گے جو قرآن مجید کے غیر معمولی حسن بیاں سے متاثر ہوکر اسے الہامی کتاب تسلیم کریں۔قرآن مجید یہ قوت رکھتا ہے کہ اسے اپنے استدلال اور منطق کی بنیاد پر تسلیم کیا جائے جو ایک الہامی کتاب ہونے کا دعویٰ کرنے والی ہر کتاب کا ہونا چاہیے۔اس کی تقریباً چھ ہزار آیات میں سے ایک ہزار آیات مسلمہ سائنسی حقائق کو بیان کرتی ہیں جن کی موجودہ سائنس تصدیق کرتی ہے اور جن سے سائنس کئی بار رجوع کر چکی ہے۔

تخلیق کائنات کا سائنسی نظریہ '' Big Bang Theory ''، جس کے مطابق پوری کائنات ابتداء میں ایک بڑی کمیت (Primary Nabula) کی شکل میں تھی۔پھر ایک بڑا دھماکہ ہوا جس سے وہ تمام اساسی قدریں جن سے زندگی ممکن تھی سامنے آگئی۔ اس دھماکے کے نتیجے میں کہکشائیں وجود میں آئیں۔ان کی مزید تقسیم سے ستارے، سیارے، سورج اور چاند وغیرہ بنے۔اگرایسانہ ہوتا تو عالم کائنات زندگی کے نمو کے قابل نہ ہوتا۔قرآن کریم اس کی طرف اشارہ کرتا ہے:

اسلام کے عقائد سے انکار کیلئے ملحد اور گمراہ لوگ منطق اور سائنس کو بنیاد بناتے ہیں۔ جن کو ساری قوت ''عقل اور انسانی بصیرت'' پر مہیا کی جاتی ہے۔لیکن یہاں پر اس بات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ''اس عقل اور انسانی توجیح کا دائرہ کار کتنا ہے؟

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ (الانبیاء :30)

'' کیا کافروں نے نہیں دیکھا (غور کیا) کہ بے شک آسمان و زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انھیں الگ الگ کردیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ شے بنائی کیا پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔''

قرآن کریم اور بگ بینگ تھیوری میں غیر معمولی ہم آہنگی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔الہامی قوت کے بغیر چودہ سو سال قبل صحرائے عرب میں نازل ہونے والی کتاب اتنی پیچیدہ سائنسی حقیقت کیسے بیان کرسکتی ہے؟

فزکس کے تھرموڈائنامکس کے دوسرے قانون کے مطابق وقت کے ساتھ بڑھتے ہوئے بگاڑ (Entropy) کی وجہ سے یہ کائنات انجام کی طرف بڑھ رہی ہے اور کسی محدود اور متعین وقت میں اسی طرح یہ بکھر کر فنا ہوجائے گی، یعنی قیامت قائم ہوگی۔

سائنس دانوں کے مطابق یہ کام ایک سیکنڈ کے انتہائی چھوٹے حصے سے بھی کم وقت میں ہوا۔گویا اللہ تعالیٰ کا وجود بطور خالق ظاہر ہے ورنہ یک لخت کیسے ''کن فیکون '' ہوا اور یکدم کون فنا کرے گا۔

مسلمانوں میں ایسی فکری گمراہیاں پھیلانے کے لئے تعلیم اور میڈیا کو موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔

عمومی طور پر ہمارے یہاں علم کے حصول کا ذریعہ رسمی نظام تعلیم ہے۔جس پر بہت حد تک مغربی افکار ونظریات کی اجارہ داری ہے۔ہمارے پاس اس کے مخالف کوئی موثر تعلیمی اور تربیتی نظام موجود نہیں۔سکول، کالج اور یونیورسٹی تک کا تعلیمی نظام دنیاوی علوم وفنون پر مشتمل ہے جس میں اسلام و قرآن صرف رسمی سا ہے۔جس کے لئے صرف پڑھنے اور پڑھانے والے کی اتنی ہی کوشش ہوتی ہے کہ طالبعلم اس کو پاس کرکے اگلے گریڈ پر پہنچ جائے۔ایسے علم نے طلباء کی تربیت کیا کرنا تھی اور عمل کی ترغیب کیا دینا تھی......؟

ہماری اسلام سے ناآشنائی کا یہ حال ہے کہ عوام الناس کو اسلام کا بنیادی فہم بھی حاصل نہیں۔بہت سے لوگ تو سنی سنائی یا اچھی نظر آنے والی باتوں کو اسلام سمجھ لیتے ہیں۔انہی کی بنیاد پر اپنے عقائد استوار کرتے اور انہی کی بنیاد پر عمل کے گل کھلاتے ہیں۔ اس کی مثال عوام الناس میں پایا جانے والا عام عقیدہ ہے کہ ''اللہ ہر جگہ موجود ہے...'' جبکہ قرآن و حدیث میں یہ عقیدہ کہیں بھی نہیں ملتا۔بلکہ یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ مگر ہمارے یہاں اکثر لوگ یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

ایسے عقائد رکھنے والے لوگ جو اسلام کو کسی مستند ذریعہ سے سمجھنے کی بجائے سنی سنائی باتوں پر استوار کرتے ہیں تو باطل افکار کی زد میں بہت جلد آتے ہیں۔یہ بات جان لینا بہت ضروری ہے کہ اسلام صرف اور صرف قرآن وحدیث کے بیان کردہ ٹھوس عقائد پر مبنی ہے جو ہر طرح کی تشکیک (Confusion) کے سامنے چٹان ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام کا مطالعہ کریں۔ قرآن وحدیث سیکھنے اور سمجھنے کے لئے وقت نکالیں۔ دنیا کی بڑی بڑی معلومات ہمارے پاس ہیں۔ بہت سی کتابیں ہم پڑھ چکے' کتنے فنون ہیں دورِ حاضر کے جو ہم رکھتے ہیں۔اپنے نفع ونقصان کے فیصلے بڑے محتاط انداز میں کرتے ہیں۔زندگی میں ان پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں مگر اسلام سے پرایا سلوک کیوں؟

ہم اپنی طالب علمی کی زندگی کو دیکھیں تو بہت سارا وقت ہوتا ہے جسے ہم فضول کاموں میں ضائع کردیتے ہیں۔ہمیں کلاسز' اسائنمنٹس' کوئز' امتحانات اور اس کے بعد موبائل' انٹرنیٹ اور دیگر خودساختہ مصروفیات سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ ہم اپنے گزرتے روز وشب میں اپنے راستے' سفر اور منزل کا جائزہ لیں......!

(باقی صفحہ 29 پر)

ایک امتحان اور بھی ہے.......!!!

دنیوی امتحانات کے متعلق فکر مند ہونے کی بجائے اخروی امتحان کی تیاری کیجئے

اصغر صارم UET

کمرہ امتحان میں ہو کا عالم تھا۔ ممتحن ماتھے پر تیوری چڑھائے، امتحان دینے والے طلباء کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کمرہ امتحان میں موجود دو قوی الجثہ نگرانوں نے طلباء کی لائنوں کے درمیان چلتے ہوئے کمرے کے اندر ہیبت ناک منظر بپا کیا ہوا تھا۔ جبکہ طلباء معصومیت کی تصویر بنے ہوئے، ہونٹوں پر خاموشی کا قفل چڑھائے، اپنی نشستوں پر اس قدر ساکن و جامد بیٹھے تھے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔

امتحان دینے والے طلباء میں موجود محمد ساریہ کی کیفیت دوسروں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔ پیپر کا وقت، اختتام کے قریب تھا......وہ اپنے اطراف میں ہونے والی سرگرمیوں اور آنے والی آوازوں سے بے خبر......اس قدر گہری سوچ میں ڈوبا ہوا...... متفکر و پریشان، مضطرب و بے کل، رنجیدہ و غم خوردہ، بیزار و بیقرار تھا کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ ممتحن نے طلباء کو اپنے پیپر الٹا کرنے اور قلم جیب میں ڈالنے کو کہہ دیا ہے۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد محمد ساریہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جب ممتحن تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھا، اس سے پیپر چھینا اور کئی ٹکڑے کر کے فضا میں بکھیر دیا۔ اس کے بعد محمد ساریہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔

جیسے اس کے دل و دماغ میں ایک طوفان سا برپا ہو گیا جو اس کی پیشانی کو پھاڑ کر باہر نکلنا چاہ رہا ہو مگر اسے راستہ نہ مل رہا ہو۔ اس کے دل میں حزن و ملال کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ جیسے وہ غموں کے سفینے پر سوار گردش زمانہ کی غضبناک لہروں کے گرداب میں پھنسا ہو۔ اس کے دماغ کے پردہ سکرین کے پیچھے ایک دن کی جاں بلب مشقت اور شب بیداری کی اذیت ناک کیفیت کے مناظر چلنے لگے۔ بس وہ دم سادھے......خاموش......دل گرفتہ......دل شکستہ......دلسوز، دلدوز انداز میں وہیں بیٹھا رہا۔ طلباء کمرہ امتحان سے نکل چکے تھے لیکن شدت غم کی وجہ سے اس نے کچھ دیر کے لئے وہیں بیٹھے رہنے میں عافیت سمجھی۔

کچھ دیر توقف کے بعد اچانک مارے خوشی کے وہ کرسی سے یک دم سپرنگ کی طرح ایسے کھڑا ہوا جیسے اس کی پوری زندگی کی گمشدہ جمع پونجی مل گئی ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے روشنی کی ایک لہر ابھری اور دل میں امید کی کرن پھوٹ پڑی جب اس کے ذہن میں ایک خیال کوندا کہ ممتحن تو اس کے چاچو کا دوست ہے۔ ہو سکتا ہے چاچو کی سفارش کرنے پر وہ مجھے اوسط نمبر دے دے۔ اگر سفارش نہ بھی مانے گا تو چھٹیوں میں پیپر (summer exams) دے دوں گا۔ یوں اس نے اپنے غمگین دل کو دلاسہ دیا اور اس کے دل کی کشتی کو زندگی کی بے رحم موجوں میں سہارا مل گیا۔ پھر وہ کمرہ امتحان سے نکلا اور اپنے گھر کی راہ لی۔

محترم قارئین! یہ تو میں نے عارضی، فانی اور ناپائیدار زندگی کے امتحان میں ابن آدم کی المناک کیفیت کو آپ کے سامنے رکھا۔

لیکن ذرا رُکیے......اپنے دل و دماغ کے قفل توڑ دیجیے کہ کیا انسان کی کامیابی و کامرانی کے لئے دنیا کے امتحانات کو پاس کر لینا کافی ہے؟؟؟

نہیں......ہرگز نہیں......یہ امتحان انسان کی کامیابی اور کامرانی کے لئے کافی نہیں بلکہ ایک امتحان اور بھی ہے......وہ امتحان ہے انسان کے مقصد حیات کے متعلق......جس کا ممتحن خود اللہ ہے......جس کے معلم محمد مصطفیٰ ﷺ جیسی برگزیدہ شخصیت ہیں......جس کا سلیبس اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کے قلب اطہر پر قرآن کی صورت میں آج سے چودہ سو سال پہلے نازل فرما دیا ہے۔ جس کا رزلٹ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دنیا کے آخری انسان تک کے مجمع میں پیش کرنا ہے۔ یہ امتحان قبر اور حشر کے میدان کے ٹیسٹ پر مشتمل ہوگا۔

جب نئی زندگی شروع ہوگی تو اس کے بھیانک دن کا آغاز ایسے گھر سے ہوگا جس کا محل وقوع باہر کی دنیا کے کسی شخص کو سمجھ نہیں آ سکتا۔ ایک ظاہر بین نظر کے لئے یہ گھر محض ایک تاریک گڑھا ہے۔ دراصل یہ آخرت کی دنیا کا پہلا دروازہ ہے۔ وہ دروازہ جسے اندر سے کھولا نہیں جا سکتا۔ امتحان کا سب سے مشکل مرحلہ قبر کے ٹیسٹ کا ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے قبر کے امتحان کا ذکر کیا جہاں انسان کو جانچا جاتا ہے۔ جب حضور ﷺ اس کا ذکر کر رہے تھے تو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ (بخاری:1373/2)

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے اعمال نامے میں تو اتنے گناہ بھی نہیں تھے۔ لیکن جب وہ اس امتحان کے بارے میں سنتے تو اس کائنات کے خالق و مالک کے سامنے حاضر ہو جاتے......وہ رب کے دربار میں سجدوں کے تحفے پیش کرتے......ان سجدوں میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتے......آہ و زاریاں کرتے رب کریم کی حمد و ثنا کے نغمے الاپنے لگتے......اس کی تعریف و توصیف کے ترانے گانے لگتے......اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ان کی آنکھیں چھلک پڑتیں......بارش کی طرح موسلا دھار لطیف احساس سے بھرپور......بوندوں جیسے آنسو بہا رہے ہوتے۔ ایسے

> **جن لوگوں نے اللہ کی آیات اور حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہوگا اور بلا کسی تردد کے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہوں گے آج ان کے چہرے خوشی سے چمک دمک رہے ہوں گے اور فرشتے انہیں کامیابی و کامرانی اور شادمانی کی نویدیں سنائیں گے**

لگ رہا ہوتا جیسے کوئی آتش فشاں پھٹ پڑا ہو......اور اس کا گرم گرم لاوا مسلسل دھانوں سے نکل رہا ہو......وہ ہچکیاں لیتے ہوئے اپنے مالک سے آہ بکا کر رہے ہوتے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جب بندہ قبر میں جا پہنچتا ہے تو نیک آدمی کو بٹھا دیا جاتا ہے۔ اس کو کوئی خوف نہیں ہوتا، کوئی گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کس حالت میں زندگی بسر کی تھی؟ وہ جواب میں کہے گا میں نے اسلام کے مطابق زندگی گزاری تھی۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اس آدمی (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو تم میں مبعوث کئے گئے تھے؟ جواب میں وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے دلائل لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کی۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب میں کہے گا نہیں میں نے اللہ کو نہیں دیکھا اور یہ کسی کو لائق نہیں کہ وہ اللہ کو دیکھے۔"

(سنن ابی دائود، سنن ابن ماجہ)

یہ وہ سوال ہیں جو بندے کو جہنم سے بچا کر جنت میں لے جانے کا سبب ہیں۔

> **نبی ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے قبر کے امتحان کا ذکر کیا جہاں انسان کو جانچا جاتا ہے۔ جب حضور ﷺ اس کا ذکر کر رہے تھے تو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کی ہچکیاں بندھ گئی۔ (بخاری 1373/2)**

جن لوگوں نے اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہوگا۔ جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنی جوانیاں، اپنے کیریئر، اپنے خاندان اور اپنی خواہشات کو کبھی سر پر سوار نہیں ہونے دیا ہوگا بلکہ ان چیزوں کو ایک حد تک رکھ کر اپنا باقی وقت، صلاحیت، پیسہ اور جذبہ اللہ کے دین کے لئے وقف کر دیا ہوگا۔ یہی وجہ ہوگی کہ اسلام کے ساتھ ایک سچے تعلق کی وجہ سے یہ لوگ فرشتوں کو جواب دیں گے۔ جو لوگ زبانی کلامی نہیں بلکہ عملی طور پر نبی ﷺ کی اطاعت پر ہوں گے۔ جن لوگوں نے نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنے لئے نمونہ بنایا ہوگا۔

جو لوگ لادینیت کا پرچار کرنے والے ہوں گے۔ اسلام کا مذاق اڑائیں گے۔ اپنی زندگی کو لغویات اور ظاہری عیش و عشرت کی نذر کرنے والے ہوں گے۔ عمر بھر اللہ کی حدود کو توڑنے والے ہوں گے۔ غریبوں اور ان کے مسائل سے بے نیاز اہل ثروت ہوں گے۔ کرپشن کی ناپاک کمائی سے اپنی جیبیں بھرنے والے سرکاری ملازم، ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی سے اپنی تجوریاں بھرنے والے حرام خور تاجر ہوں گے۔ عوام کا استحصال کرتے اہل اقتدار ہوں گے۔ یہ سب کہیں گے ہائے افسوس! میں تو اسلام کو جانتا ہی نہیں ہوں۔ میں تو محمد ﷺ کو پہچانتا ہی نہیں۔ دنیا میں اگر کوئی ان سے تعلق ہوتا تو قبر میں ضرور پہچان جاتے۔

امتحان کا دوسرا مرحلہ حشر کے میدان میں ہوگا۔ حشر کے میدان میں جو امتحان ہوں گے سو ہوں گے لیکن حشر کے دل دہلا دینے والے مناظر اس سے بڑا امتحان ہوں گے۔ اس وقت زمین کے سینے پر ایک سلوٹ بھی باقی نہ رہی ہوگی، صحرا و جنگل، چوٹیاں اور وادیاں، ٹیلے اور کھائیاں، بحر و بر غرض دھرتی پر تمام نشیب و فراز مٹ چکے ہوں گے۔ دور تک چٹیل میدان اور اوپر آگ اگلتا ہوا آسمان نظر آئے گا۔ آج اس آسمان کا رنگ نیلا نظر آتا ہے......اس دن انگاروں کی طرح سرخی مائل بھورا ہوگا۔ یہ لالی سورج کی دہکتی آگ کی بجائے جہنم کے بھڑکتے شعلوں کا اثر ہوگی۔ شعلوں کی لپک کا یہ منظر اور بھڑکتی آگ کے دہکنے کی آواز دلوں کو لرزا رہی ہوگی۔

سو جب حشر کا دن ہوگا تب ان غافل دلوں کو جہنم کے بڑھکتے شعلوں اور ختم نہ ہونے والے عذابوں کی غذا بننا ہوگا۔ وہ عذاب جو اپنی بھوک مٹانے کے لئے پتھر اور ان کے پتھر دلوں کے منتظر ہوں گے، "وقودها الناس والحجارة" وہ دن ان عذابوں کا یوم عید ہوگا۔ مگر ان کی بھوک کہاں مٹنے والی ہوگی۔ کہیں گے "هل من مزيد"۔ یہ مجرم عذابوں کے خوف سے کسی پناہ کی تلاش میں بھاگتے پھر رہے ہوں گے لیکن اس دن کیسی پناہ اور کیسی عافیت......؟

حشر کے میدان میں لوگ بھاگتے دوڑتے، گرتے پڑتے چلے جا رہے ہوں گے۔ فضا میں شعلوں کی بڑھکتی ہوئی آواز کے ساتھ لوگوں کے چیخنے چلانے، رونے پیٹنے اور آہ و زاری کرنے کی آوازیں گونج رہی ہوں گی۔ کوئی سر پکڑے بیٹھا ہوگا، کوئی منہ پر خاک ڈال رہا ہوگا، کوئی چہرہ چھپا رہا ہوگا، کوئی شرمندگی اٹھا رہا ہوگا، کوئی سینہ کوبی کر رہا ہوگا، کوئی خود کو کوس رہا ہوگا، کوئی اپنے ماں باپ، بیوی بچوں، دوستوں اور لیڈروں کو اپنی تباہی کا ذمہ دار ٹھہرا کر ان پر برس رہا ہوگا۔ ان سب کا مسئلہ ایک ہی ہوگا کہ قیامت کے دن نے ان کو آلیا ہوگا لیکن ان کے پاس اس کی تیاری نہیں ہوگی۔ اب کسی دوسرے کو الزام دیں یا خود کو برا بھلا کہیں ماتم کریں یا صبر کا دامن تھامیں اس دن کچھ بدلنے والا نہ ہوگا۔

لیکن جو لوگ نیکو کار ہوں گے۔ جن کا شمار انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں ہوگا ان کی کامیابی کا فیصلہ دنیا میں ہی ہو چکا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بن دیکھے مان لیا ہوگا۔ اس کی صدا اس وقت سن لی ہوگی جب کان سننے سے قاصر تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان کی تصدیق اپنے دل سے کی ہوگی۔ اس کی نصرت و اطاعت کا حق ادا کیا ہوگا۔ ان کی وفاداری اپنی مذہبی شخصیات، اپنے لیڈروں اپنے فرقے کے اکابرین اور اپنے باپ دادا کے عقائد اور تعصبات سے نہیں ہوگی بلکہ صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوگی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہر دکھ جھیلا، ہر طعنہ سنا اور ہر سختی برداشت کی ہوگی۔ اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار کو اپنی زندگی بنایا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور مخلوق کی شفقت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ہوگی۔ یہی لوگ ہوں گے جو آج میدان حشر کی سختیوں سے محفوظ ہوں گے اور عرش الٰہی کے قریب ہوں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اللہ رب العزت کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ لیا جائے۔ عمر کن کاموں میں گزاری؟ جوانی کہاں صرف کی؟ مال کہاں سے کمایا؟ مال کہاں خرچ کیا؟ جو سیکھا اس پر کتنا عمل کیا؟

(سنن ترمذی 2544/3)

وہ لمحات کتنے کربناک اور دل دہلا دینے والے ہوں گے جب آدم کے بیٹے سے اس کی عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اس کی زندگی کا حاصل کیا ہے؟ اس نے اپنی زندگی پچاس، ساٹھ سال کے کیریئر کو سنوارنے پر داغ دی ہے یا جنت کی شاہانہ اور بے مثل زندگی اس کا مقصد تھی؟ اس نے اپنی زندگی جعلی مقام و مرتبے اور اعلیٰ عہدوں کے حصول کے لئے صرف کی یا اس کا مقصد جنت کے عظیم بالا خانوں کا حصول تھا۔ اس نے اپنی زندگی کو دنیا کی جھوٹی عزت، دولت اور شہرت کی خاطر برباد کیا یا اس کی نگاہیں جنت کے عزت والے لباس اور حور و غلمان پر تھیں؟

یقیناً جو لوگ اپنی عمر کو اسلام کے بتائے ہوئے احکام و قوانین اور اللہ کی خوشنودی کے لئے کھپا دیں گے وہی لوگ ہوں گے جو دربار خداوندی میں کامیاب و کامران ہوں گے اور جو لوگ اپنی عمروں کو صرف اپنی دنیا کے کیریئر، جائیداد، مقام و مرتبے اور عزت و شہرت کے حصول کے لئے برباد کر دیں گے، اس دن ان کے چہرے اور ان کی گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا کوڑا ان پر برس رہا ہوگا۔

ابن آدم کی زندگی میں عالم شباب کا زمانہ اس قدر اہم ہے کہ اس میں انسان کی صلاحیتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ ان کے بازوؤں میں طاقت ہوتی ہے۔ اس کی نظروں کے سامنے قصر

سلطانی کے گنبد بھی بیچ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی طاقت، قوت اور صلاحیتوں سے تاریخ کے دھاروں کا رخ بھی موڑ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ابن آدم سے جوانی کا حساب علیحدہ لے گی حالانکہ یہ بھی بندے کی عمر کا ایک حصہ ہے۔ ابن آدم سے پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنی جوانی سے کیا فائدہ اٹھایا......؟

بے حیائی فحاشی و عریانی پھیلانے کا سبب بنی یا ان کو روکنے کے لئے ایک آہنی دیوار ثابت ہوئی؟ تیری محبت دلوں میں نفاق ڈالنے والی موسیقی سے تھی یا دلوں کو موم کر دینے والے قرآن سے، تیرا وقت عزتوں اور عصمتوں میں نقب لگانے میں گزرا یا عصمت وعفت کی حفاظت میں گزرتا تھا؟ تو نے اپنے گھر میں شرعی پردہ رائج کیا ہوا تھا یا تیرے ماتھے پر ''دیوث'' نام کی مہر لگی ہوئی تھی؟ تو اپنی جوانی کے گھمنڈ میں متکبرانہ گفتگو کیا کرتا تھا یا عاجزی وانکساری کی مثال تھا؟ تیری محبت کافروں اور ان کی گندی تہذیب کے لئے تھی یا مسلمانوں اور ان کی بے مثال تہذیب و تمدن کے لئے تھی؟ تو نے اپنا وقت غیر نافع علم پر کھپا دیا تھا یا اسلام کو سیکھنے کے لئے صرف کیا تھا؟ تو اس وقت کہاں تھا جب تیری موجودگی میں جہاد کا نقارہ بجایا گیا...... تیری موجودگی میں اہل اسلام پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، ان کے گھروں کو مسمار کیا جاتا رہا...... معصوم اور بے قصور جانوں پر ڈیزی کٹر بم برسائے جاتے رہے۔ والدین کے سامنے ان کے جوان بیٹوں کو ذبح کر کے ان کا خون والدین کو پینے پر مجبور کیا جاتا رہا۔ ضعیف عمری میں بزرگوں کی داڑھیاں نوچی جاتی رہیں۔ بوڑھے والدین کے سامنے ان کی معصوم بچیوں کی عزت کو تار تار کیا جاتا رہا، مسجدیں گرتی رہیں اور ان کی جگہ مندر تعمیر ہوتے رہے۔ تیرے کان اہل اسلام کی آہ وبکا اور چیخ وپکار کو سننے سے قاصر تھے۔ تیری عزت اور حمیت کا جنازہ تو اس قدر نکل چکا تھا کہ اگر ان مظلوم مسلمانوں کی فریادوں اور چیخوں کو سیسہ میں پگھلا کر تمھارے کانوں میں ڈالا جاتا تو پھر بھی تجھے ہوش کے ناخن نہیں آنے تھے، تو نے اپنا مسئلہ اپنے پیٹ کو بنا لیا تھا، تو نے اپنی خواہشات نفس کی اتنی پرستش کی کہ تو مجھے بھول گیا، سو آج میں بھی تجھے بھول جاؤں گا۔

آزمائش وامتحان کے اس کڑے وقت میں ابن آدم سے پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنا مال کہاں سے کمایا تھا؟

کہیں چوری کے مال سے تو اپنا پیٹ نہیں بھرا؟ ڈکیتی کر کے اپنے خزانے جمع تو نہیں کئے؟ کہیں رشوت لے کر لوگوں کے حقوق غصب تو نہیں کئے؟ تمھارا مال کہیں جھوٹ سے کمایا ہوا تو نہیں؟ حرام اور غیر شرعی کاروبار سے پیسہ تو نہیں کمایا؟ تمھارے لین دین میں کہیں سود کا دخل تو نہیں تھا؟ کبھی یتیم کا مال تو نہیں کھایا؟ نجوم گری کے پیشے سے تو نہیں کمایا؟ گانے والا بن کے تو نہیں کمایا؟ عصمت فروشی کے ذریعے سے تو نہیں کمایا؟ مسلمانوں کے بیت المال اور عام ملکیتوں پر دست درازی کر کے تو نہیں کمایا؟ غرض ان سوالوں کے جواب وہی دے سکے گا جو ان افعال سے مبرا ہوگا۔

مال کے ذرائع کے ساتھ ساتھ اس کے خرچ کرنے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا کہ کہاں پر خرچ کیا؟ کہیں اپنے مال سے کسی کو ظلم وزیادتی کا نشانہ تو نہیں بنایا؟ اپنے مال سے غیر اللہ کی نذر ونیاز تو نہیں دی؟ ان کے لئے تو ذبح نہیں کیا؟ اپنے مال کو سود کے کاروبار میں خرچ تو نہیں کیا؟ اپنے مال کو شراب اور جوئے کے لئے برباد تو نہیں کیا؟ اپنے مال سے لہوولعب (آلات موسیقی) تو نہیں خریدے؟ غرض دنیا میں اپنے مال کو ان کاموں پر خرچ کرنے والوں کے لئے تباہی وبربادی کا اعلان ہوگا۔ جب کہ جن لوگوں نے اسلام کی اشاعت اور اسکی بہبود کے لئے کام کیا ہوگا، یتیموں، غریبوں، مسکینوں، فقیروں پر خرچ کیا ہوگا تو ان کا مال غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے کا باعث ہوگا اور ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ابن آدم سے جوانی کا حساب علیحدہ لے گی حالانکہ یہ بھی بندے کی عمر کا ایک حصہ ہے۔ ابن آدم سے پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنی جوانی سے کیا فائدہ اٹھایا......؟

محشر کے کربناک امتحان کے لمحات میں بندے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے جو علم سیکھا اس پر عمل کتنا کیا؟

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا جب لوگ قرآن کو پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرے گا۔

(بخاری:7562)

دنیا میں جن لوگوں نے بہت زیادہ علم حاصل کیا لیکن ان کا علم ان کی شخصیت نہ بن سکا تو یقیناً یہ لوگ اللہ کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے کئے جائیں گے۔ ان لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ ان کے دل کی دھڑکنیں اتنی تیز ہو جائیں گی گویا دل سینہ پھاڑ کر باہر آنا چاہتا ہو۔ لیکن جن لوگوں نے اللہ کی آیات اور حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہوگا اور بلا کسی تردد کے اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہوں گے آج ان کے چہرے خوشی سے چمک دمک رہے ہوں گے اور فرشتے انہیں کامیابی وکامرانی اور شادمانی کی نویدیں سنائیں گے۔

جس طرح دنیا میں ہونے والے امتحان، اخروی امتحان کے تقابل میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے اسی طرح دنیا کے امتحان میں ملنے والی سزا و جزا بھی اخروی امتحان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اخروی امتحان میں کامیابی کی صورت میں جنت ہے جس میں ہر وقت جشن کا سماں ہوگا۔ جس میں عظیم الشان محلات ہوں گے۔ بغیر قمقموں کے پھوٹتی ہوئی روشنیاں اور بغیر کسی شمع کے روشن ہوتے فانوس رات کے وقت اس شاندار محل کو اندھیرے کے سمندر میں روشنی کا ایک جزیرہ بنائے ہوئے ہوں گے۔ وقفے وقفے سے یہاں نغمہ وآہنگ کا ترنم اس قدر مدہوش کن ہوگا کہ کسی ساعت کو اس کا گمان تک نہ گزرا ہوگا۔ اس نغمگی کے ساتھ ساتھ دھیمی دھیمی خوشبو کی مہک نے بھی فضا کو معطر بنائے رکھا ہوگا۔ وسیع وعریض محل کی راہداریوں پر خدام کی چہل پہل بکھرے موتیوں کا منظر پیش کر رہی ہوگی۔ ان کے چہروں پر روشنی، لباس کی خوبصورتی، گفتار میں دلکشی اور انداز میں مستعدی ہوگی۔ جنت کے حسین وجمیل باغات کے حسن میں وہ راستے اور پگڈنڈیاں قیامت ڈھا رہی ہوں گی جو یاقوت، موتی، زمرد، نیلم اور فیروزے جیسے قیمتی پتھروں کے سنگ ریزوں سے بنائی گئی ہوں گی۔ باغات کے درمیان میں بہتی ہوئی نہریں آنکھوں کو احساس لطافت اور ان کے بہنے کی آواز کانوں کو سرور بخش رہی ہو گی۔ ان نہروں میں کسی میں سفید دودھ کسی میں ترنم کا جادو رکھتا پانی، کسی میں سرخ غوانی شراب اور کسی میں بہتے شہد کی موجیں رواں ہوں گی۔ ہر نہر سے ایک منفرد نوعیت کی خوشبو اٹھ رہی ہوگی جو قریب جانے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لے گی۔ نہروں کے ساتھ درختوں کے نیچے جگہ جگہ بیٹھنے والوں کے لئے پردوں اور جواہرات سے جڑے ہوئے تخت، شاہانہ نشستیں، دبیز قالین اور آرام دہ تکیے ہوں گے۔ اس کے علاوہ جنت میں موجود حوریں نسوانی جمال کا آخری نمونہ اور جسمانی خوبصورتی کا اخروی شاہکار ہوں گی۔ ان کا بے مثال حسن اور باکمال روپ سرخی پاؤڈر کے بناؤ سنگھار، گجروں کے تار، موتیوں کے ہار اور زیب وزینت کی جھنکار کا محتاج نہیں ہوگا۔ اس کے وجود کی تشکیل کے لئے کائنات نے اپنا ہر حسن مستعار دے دیا ہوگا۔ ان کا حسن خوبصورتی کے ہر معیار پر آخری درجہ میں پورا اترتا ہوگا۔ ان کا قد لمبا اور رنگ زردی مائل گورا ہوگا۔ پورے جسم کی جلد بے داغ اور شفاف ہوگی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور گہری سیاہ مگر ہر لباس کی مناسبت سے اس کے رنگ میں ڈھل جانے والی ہوں گی۔

(باقی صفحہ نمبر 15 پر)

طلباء کارنر

بلال غزنوی

وی سی کی آسامیاں: تھرڈ ڈویژنز اور کرپٹ امیدواروں کے انٹرویوز

ذرائع کے مطابق لاہور کی اہم یونیورسٹیوں میں چانسلرشپ کی اسامیوں کے لیے پنجاب حکومت کی طرف سے شارٹ لسٹنگ کے دوران امیدواروں کے اکیڈمک بیک گراؤنڈ کو اس حد تک نظرانداز کیا گیا کہ تھرڈ ڈویژنز بھی انٹرویو دے چکے ہیں۔ قواعد وضوابط کے مطابق ایسا امیدوار جس کی کیریئر میں تھرڈ ڈویژن ہو وہ یونیورسٹیوں میں لیکچرار بھی لگنے کا اہل نہیں ہے۔ ہائیرایجوکیشن کے ذرائع کے مطابق آئی ٹی یونیورسٹی کی وائس چانسلرشپ کے لیے پنجاب یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جن کی دو تھرڈ ڈویژن ہیں، بھی انٹرویو دے چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مالیاتی کرپشن میں ملوث ایک ڈاکٹر نے بھی کنگ ایڈورڈ یونیورسٹی کی وائس چانسلرشپ کے لیے انٹرویو دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے امیدوار مستقبل میں ان اداروں میں کیا گل کھلائیں گے؟ کیا اس سے ملک میں اعلیٰ تعلیم کی بہتری کی کوئی امید کی جاسکتی ہے۔ خادم اعلیٰ پنجاب ملک بھر میں میرٹ کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں جبکہ اعلیٰ تعلیمی ادارہ جات میں نااہل وائس چانسلرز کی تعیناتی ان اداروں میں تعلیمی معاملات کے خراب کرنے کے مترادف ہوگی۔ وزیراعلیٰ کو چاہیے کہ وہ اس حوالے سے بروقت ایکشن لیں اور ملک میں شفافیت اور میرٹ کو یقینی بنائیں۔

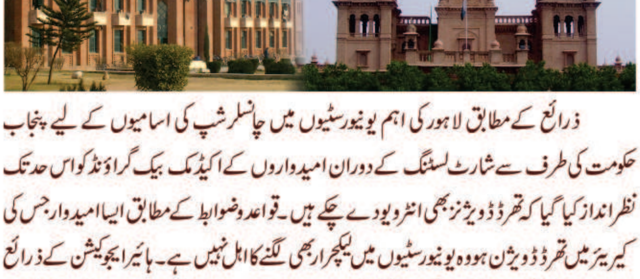

اطلاعات کے مطابق ایچ ای سی نے ادارے کے چیئرمین کے لیے اسلام آباد کلب کی ممبر شپ خریدنے کی غرض سے ایک بلین روپے خرچ کیے۔ یاد رہے کہ اسلام آباد کلب ایک مہنگا کلب ہے جس کی رکنیت تمام بیوروکریٹس اور آفیشلز اپنی جیب سے خریدتے ہیں چاہے ان کا استعمال ادارے کے کاموں کے حوالے سے ہو۔ اس کے متعلق ایچ ای سی کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ رکنیت ادارہ جاتی مقاصد کے لیے خریدی ہے نہ کہ ذاتی، تاکہ بیرون ملک سے آنے والے وفود سے کنسلٹیشن اور مختلف پروجیکٹس کے حوالے سے کام ہوسکے۔ دوسری طرف کلب کے ایک اہلکار کا کہنا ہے کہ یہ ممبر شپ صرف موجودہ چیئرمین کے لیے ہے جو لائف ٹائم مدت رکھتی ہے اس کے بعد کسی بھی نئے چیئرمین کو تازہ رکنیت حاصل کرنا ہوگی۔ ایچ ای سی کو ملک میں اعلیٰ تعلیم کے فروغ کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ اس کی طرف سے فنڈز کے ذاتی مقاصد کے لیے بے دریغ استعمال کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ کیا ملک کے دیگر ہوٹل ایچ ای سی کے کام کے قابل نہیں ہیں۔ اگر HEC میں بھی یوں کرپشن ہوتی ہے تو پھر اسے اپنی شہرت اور معیار کے لیے ضرور فکرمند ہونا چاہیے۔ جو وطن عزیز میں اعلیٰ تعلیم کے مستقبل کے لیے خطرے کی علامت ہے۔

بدلا ہے پنجاب......؟

سرکاری سکولوں میں کتب کی مفت فراہمی بند ہونے کا خدشہ

Punjab Textbook Board-Lahore

پنجاب بھر کے سرکاری سکولوں کے طالبعلموں کے لیے اگلے سال (تعلیمی سیشن) سے مفت کتب کی سہولت ختم ہونے کا خدشہ پیدا ہوگیا۔ کہا جارہا ہے کہ اس مد میں تقریباً 2 ارب روپے سالانہ خرچ کرنا حکومت کے لیے ممکن نہیں۔ خزانہ میں کتب کی دستیابی کے لیے بھاری بجٹ نہ ہونے کی وجہ سے محکمہ نے حکومت کو مفت کتب کی فراہمی بند کرنے کی تجویز دے دی ہے۔ سرکاری سکولوں میں جماعت اول تا دہم مفت کتب کی فراہمی کا سلسلہ شروع کیا گیا اور اس ضمن میں غیرملکی ڈونرز سے 21 ارب روپے کے قرضہ جات لیے گئے۔ جس کے تناظر میں ہر سال سرکاری سکولوں کے بچوں کو مفت کتب کی فراہم کی جاتی رہی ہیں۔ محکمہ تعلیم کے مطابق ہر سال مفت کتب کی تیاری اور فراہمی کے سلسلہ میں 20 فیصد اضافہ ہوتا رہا ہے جس سے مفت کتب ساٹھ لاکھ سالانہ سے تجاوز کر کے ایک کروڑ تیس لاکھ تک پہنچ گئی ہیں اور اب اس عمل کا ڈراپ سین قریب آگیا ہے اور غیرملکی ڈونرز کی جانب سے معاہدہ کی تکمیل پوری ہونے پر آئندہ سال سے سرکاری سکولوں کے بچوں کو مفت کتب کی سہولت ختم کردی جائے گی۔ اس کے بارے میں محکمہ تعلیم کے ذرائع نے بتایا ہے کہ کتب کی تیاری اور تقسیم میں خرچ ہونیوالے بھاری بجٹ دستیاب نہ ہونے پر اگلے سال سے طالبعلموں کو تمام کتب قیمتاً دینے کی تجویز دی ہے جو حکومت کے زیرغور ہے۔

سرکاری تعلیمی اداروں میں حکومت پنجاب کی طرف سے مفت نصابی کتب کی تقسیم نہایت مستحسن عمل ہے جو غریب طلباء کا بوجھ کم کرنے کا باعث ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس منصوبے کو ہر صورت جاری رکھے۔ تعلیمی اداروں میں لیپ ٹاپ کی تقسیم، یوتھ فیسٹیول اور اس جیسی دیگر فضولیات پر

حکومت پنجاب اربوں روپے جھونک رہی ہے۔ اس سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی اداروں میں بنیادی تعلیمی سہولیات مہیا کی جائیں۔ جن میں مفت کتب، اساتذہ کی دستیابی، تعلیمی اداروں کی عمارتوں کی تکمیل، قابل اور مستحق طلباء کے لیے وظائف کا اجراء اور تعلیمی نگرانی شامل ہیں۔

نجی تعلیمی اداروں پر انحصار کی بجائے سرکاری اداروں کا معیار بہتر کیا جائے

پنجاب کے صوبائی وزیر تعلیم میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن نے ایک مقامی نجی سکول کی تقریب میں کہا کہ نجی تعلیمی ادارے تعلیم کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ایجوکیشنل انڈوومنٹ فنڈز سے غریب طلباء کو ایچی سن لیول کی تعلیم کے حصول میں مدد ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ 10 ارب روپے کی خطیر رقم اس مقصد کے لئے مختص کر دی گئی ہے۔ پنجاب حکومت تعلیم کے فروغ کے نجی تعلیمی اداروں کو تعاون اور ہر ممکن گرانٹ فراہم کرتی رہے گی۔"

کوئی وقت ہوتا تھا کہ سرکاری تعلیمی ادارے علاقوں میں تعلیم کے معیاری مرکز تھے اور بہت سے نجی ادارے ان کے مقابلے میں بونے معلوم ہوتے تھے۔ مگر آج حکومت کی عدم توجہی، تعلیم کے لئے مناسب فنڈز مختص نہ کرنے اور معیار تعلیم کی گراوٹ کے باعث لوگ نجی تعلیمی اداروں پر زیادہ اعتبار کر رہے ہیں۔ اب گلی گلی میں نجی ادارے قائم ہو چکے ہیں جو طلباء سے بھاری فیسیں بٹور رہے ہیں۔ یہ نجی ادارے غریب لوگوں کے لئے معیاری تعلیم کے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ نجی تعلیمی اداروں پر انحصار کرنے اور ان پر خرچ کرنے کی بجائے سرکاری تعلیمی اداروں میں معیاری تعلیم کو یقینی بنائے اور نجی اداروں اور اکیڈمیز کی حوصلہ شکنی کی جائے تا کہ نسل نو طبقہ ورانہ تقسیم سے بالاتر ہو کر قومی ترقی میں کردار ادا کر سکے اور غرباء کے لئے بھی تعلیم کا حصول ممکن ہو۔

نجی گروپ آف کالجز کے زیر اہتمام چار روزہ سالانہ کلچرل میلے کا اہتمام کیا گیا جس میں

طالبات کے ماڈلنگ شو، ورائٹی شو، ڈریس شو، ڈھولکی بجانے، ماہیے اور ٹپے گانے کے مقابلہ جات کروائے گئے۔ اس پروگرام میں میوزیکل شو کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں فنکاروں نے حصہ لیا اور مختلف پنجابی گانے گائے اور گانوں کے ساتھ ان مرد فنکاروں کے سامنے طالبات نے رقص بھی کیا۔

یہ پہلا موقع نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی کالج کے زیر اہتمام ایسے ہی غیر تہذیبی پروگرامز کا انعقاد کیا گیا ہے۔ ایک میوزیکل کنسرٹ الحمرا ہال میں منعقد کیا گیا جس میں بھگدڑ مچنے سے 3 طالبات ہلاک ہو گئی تھیں۔ کلچر کے نام پر بے حیائی کے پروگرام کا انعقاد اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک اور اسلامی معاشرے کو زیب نہیں دیتا۔ حکومت کو چاہیے کہ تعلیمی اداروں میں ایسے پروگرامز پر پابندی لگائے اور تعلیمی اداروں کے مالکان کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں کہ وہ تعلیم کے نام پر اسلامی روایات کی دھجیاں نہ بکھیریں اور نسلِ نو کو جو قوم کی امانت ہیں انڈین اور مغربی کلچر کا دلدادہ بنا کر اخلاقی و سماجی تباہی کی راہوں پر گامزن نہ کریں۔ اس سلسلے میں کچھ ذمہ داریاں والدین کی بھی ہیں، انہیں بھی اس کا ادراک کرنا چاہیے۔

سندھ میں سکولوں کی حالتِ زار...... ذمہ دار کون؟

قوموں کی ترقی کا دارومدار اور انحصار اگر کسی چیز پر ہے تو وہ ہے تعلیم، کیونکہ تعلیم ہی ترقی کا زینہ ہے مگر افسوس کہ ہمارے ملک پاکستان میں تعلیم کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے اس کا بخوبی اندازہ سندھ میں سکولوں کی حالت زار سے لگایا جا سکتا ہے۔ جہاں ایک طرف سکولوں کی عمارتوں کو بطور بیت الخلا استعمال کیا جا رہا ہے تو دوسری جانب علاقے کے بااثر وڈیروں نے اسے اپنے جانوروں کی آماجگاہ بنا رکھا ہے جبکہ وزیر تعلیم سندھ یہ نوید سناتے ہیں کہ سندھ میں تعلیم کا نظام بہترین اسلوب کے ساتھ چل رہا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ اساتذہ کا کردار دیکھا جائے تو وہ بھی انتہائی مایوس کن ہے کیونکہ اساتذہ کی کثیر تعداد ایسی ہے جنہیں سرکاری خزانے پر بوجھ تصور کیا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ وہ گھر بیٹھ کر صرف تنخواہ ہی وصول کرتے ہیں۔ ان کے خلاف کئی دفعہ کارروائی کے اعلانات کئے گئے جن پر کبھی عملدرآمد دیکھنے میں نہیں آیا۔ جو آسامیاں خالی ہیں اول تو انہیں پر ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کیا بھی جاتا ہے تو بھاری رشوت لے کر نااہل لوگوں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ ملک میں اگر خوشحالی لانی ہے اور اسے ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا ہے تو تعلیم پر خصوصی توجہ دینی ہوگی۔

ماہنامہ اخبارِ طلباء لاہور
منہجِ کتاب و سنت لیے میدانِ عمل میں طلباء کا ترجمان

اخبارِ عالم

دنیا بھر سے ''اخبارِ طلباء'' کی نظر میں

احمد حماس

پاکستان کی رگِ جاں سے خون نچوڑنے کی سازش

بھارت 2030 تک ہمالیہ میں 292 ڈیم تعمیر کرے گا: نیویارک ٹائمز

INDIAN DAM

PAKISTAN'S RIVER

امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' کے مطابق بھارت 2030 تک ہمالیہ ریجن میں 292 ڈیم تعمیر کرے گا۔ ہر بیس میل کے فاصلے پر ایک ڈیم تعمیر کیا جائے گا۔ یہ ڈیم 100 ایکڑ جنگلات کے رقبے پر محیط ہوں گے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد بھارت کی پیداواری صلاحیت 11 ہزار میگاواٹ سے دوگنا ہوجائے گی جس سے نہ صرف پاکستان بلکہ بنگلہ دیش بھی شدید متاثر ہوگا۔ اس کام سے دریائے برہم پتر میں 20 فیصد جبکہ دریائے سندھ میں 8 فیصد پانی کم ہوجائے گا۔

بھارت اس سے قبل کشمیر کے اندر پاکستانی دریاؤں پر 62 ڈیم تعمیر کر چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مختلف نہروں اور ٹنلز کے ذریعے لاکھوں کیوسک پانی چوری کر کے اپنے ریگستانوں کو آباد کر رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں پاکستان میں پانی کی قلت کی وجہ سے زراعت اور صنعت تباہی کا شکار ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان دریاؤں میں جب چاہے انڈیا پانی چھوڑ کر پاکستان کو سیلاب سے بھی دوچار کر سکتا ہے۔ بھارت کی اس بدمعاشی کا ایک ہی حل ہے کہ اسے باتوں کی بجائے لاتوں سے سبق سکھایا جائے۔

''جرمِ ضعیفی کی سزا....''

مہاراشٹر میں پولیس کے ہاتھوں

6 مسلمان شہید، 80 زخمی

''ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام'' کے مصداق بھارتی مسلمان زندگی کی بھاری قیمت چکا رہے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق بھارتی ریاست مہاراشٹر کے ضلع دھولیہ میں ایک مسلم رکشہ ڈرائیور پر تشدد کے بعد مقامی مسلمان جائے وقوعہ پر جمع ہوگئے اور مجرموں کی گرفتاری اور انصاف کا مطالبہ کرنے لگے۔ جس کے بعد مقامی ہندوؤں اور پولیس نے اس معاملے کو فساد کا رنگ دے دیا اور پورے علاقے میں کرفیو نافذ کر دیا۔ پولیس نے مجمع کو منتشر کرنے کے لیے اندھا دھند فائرنگ اور شیلنگ کی جس کے نتیجے میں 6 مسلمان شہید ہوگئے اور 80 کے قریب شدید زخمی ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی مقامی فسادیوں نے مسلم بستی مادھو پورہ میں مسلمانوں کی املاک پر دھاوا بھول دیا اور لوٹ مار کے بعد بستی کو آگ لگا دی۔ فائر بریگیڈ کو بھی آگ بجھانے سے روک دیا گیا اور ستم بالائے ستم کہ اس کے بعد پولیس نے گھروں میں داخل ہوکر مسلم نوجوانوں کو ہی گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

بھارت میں مقیم مسلمانوں کو یہ سمجھنا ہوگا کہ اس طرح کسمپرسی کی زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ اپنے حقوق کے لیے باہم مل کر کوشش کریں اور ہندو بنیا جس زبان میں بات سمجھتا ہے اسے اسی زبان میں بات سمجھائی جائے۔

پھر قبلۂ اوّل پہ عجب وقت پڑا ہے

اسرائیلی فوج نے تاریخی مسجد کو شہید کر دیا

سرزمین فلسطین میں اسلام کے آثار اور مسلمانوں کو ختم کرنا صیہونی مقاصد کا حصہ ہے۔ جس کا خواب مشرق وسطیٰ میں ''گریٹر اسرائیل'' کا قیام ہے۔ فلسطینی وقف بورڈ کے اعداد و شمار کے مطابق صیہونی حکومت نے فلسطین پر قبضے کے دوران اس کی اسلامی ماہیت کو مٹانے کی خاطر اب تک ایک ہزار سے زائد مساجد کو شہید کیا جا چکا ہے۔ جبکہ بہت سی ایسی مساجد بھی ہیں جن کو یہودی عبادت گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسی سلسلے میں صیہونی فوج نے حضرت داؤد علیہ السلام کی تاریخی مسجد کو نشانہ بنایا اور اس کے بعض حصوں کو شہید کر دیا۔ الاقصیٰ وقف بورڈ کے سربراہ ذکی محمد اغباریہ کا کہنا ہے یہ حملہ بیت المقدس میں اسلامی آثار کے خاتمہ کی غرض سے کیا گیا۔

ایک مسجد اقصیٰ ہی نہیں نہ جانے کتنی ہی مساجد ایسی ہیں جو ارض مقدس فلسطین میں یہودی دہشت گردوں کے زد میں کسی ابن قاسم کسی ایوبی کے قدموں کی آہٹ سننے کے لیے بے تاب ہیں۔

ارضِ برما سے آئی ہے یہ دلدوز صدا...!
برمی مسلمان ہجرت پر مجبور

روہنگیائی مسلمانوں پر تازہ حملوں کے باعث زمین تنگ ہوگئی۔ بدھ نسل پرستوں کے حملوں میں ایک بار پھر تیزی آ گئی جس کے باعث ہزاروں مسلمان جان کی اماں پانے کی غرض سے دیگر ممالک کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ عالمی میڈیا کی اطلاعات کے مطابق سینکڑوں افراد آسٹریلیا ہجرت کر گئے۔ 500 افراد ملائیشیا میں داخل ہوئے اور کتنے ہی بنگلہ دیش کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ یہ تمام مسلمان دشوار گزار راستوں اور خطرناک سمندری لہروں پر سفر کرتی کشتیوں کے ذریعے مختلف جزائر کی طرف عازم سفر ہوئے۔ یاد رہے کہ برمی مسلمانوں کی آبادی آٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ مگر ستم یہ کہ برمی حکومت انہیں اپنا شہری تسلیم کرنے اور شہری حقوق دینے سے گریزاں ہیں۔ جبکہ برما کے انتہا پسند بدھوں نے ریاستی پولیس اور فوج کی مدد و تعاون سے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ مجبوراً یہ مسلمان دیگر ممالک کی طرف غیر قانونی ہجرت پر مجبور ہیں۔ جن میں کچھ تو اس میں کامیاب ہوئے جبکہ بڑی تعداد سمندری لہروں کی نذر ہوگئی۔ ان کی کتنی بحری کشتیاں ڈوب گئیں اور کتنے ہی ایسے ہیں جو بارڈر اور سمندری فورسز کے ہاتھوں شہید ہوئے مگر چہار دانگ عالم میں کہیں بھی ان کی کوئی شنوائی نہیں۔

جمہوریت کی عالمی چیمپیئن "امریکہ" میں مسلمانوں کے خلاف حملوں میں خطرناک اضافہ

اسلام اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں تو بہت زیادہ رفتار سے لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ جن میں امریکہ سرفہرست ہے۔ ان ممالک میں ایک نسل پرست اور انتہا پسند فرقہ اس تبدیلی سے خوش نہیں ہے۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ کاروائیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ دنیا میں انسانی آزادیوں اور حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ملک امریکہ میں مسلمانوں کو متعصّبانہ ذہنیت کا سامنا ہے۔ جس میں امریکی ادارے اور ذرائع ابلاغ آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ عالمی میڈیا کی رپورٹ کے مطابق 2010 سے اب تک مسلمانوں کے خلاف نفرت میں 50 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ امریکی مسلمانوں اور دیگر ممالک سے ہجرت کر کے امریکہ آنے والوں کو مسلسل امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ امریکی میڈیا اور سرکاری ادارے بھی ایسے افراد کو مشتعل کرتے ہیں جو مسلمانوں کے قتل، مساجد کی بے حرمتی اور آگ لگانے، سماجی امتیاز اور زچ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ یہ تشویش ناک صورتحال اس وقت پیدا ہوئی جب امریکہ نے اپنے ذرائع ابلاغ، مذہبی جنونیوں اور دیگر اتحادی قوتوں کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غیر

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا
افغانستان میں امریکی فوجیوں کی 2676 خودکشیاں

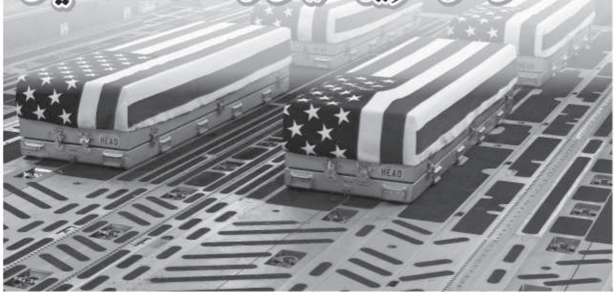

افغانستان میں جاری جنگ نے امریکی جسم پر بے شمار گھاؤ لگائے ہیں۔ امریکہ افغانستان میں دنیا کی بہترین افواج اور ہر قسم کی جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ داخل ہونے کے باوجود ناکامی سے دوچار ہوا۔ یہی نہیں بلکہ اب بہتری کی کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی۔ امریکی اعداد و شمار کے مطابق ان 12 سالوں میں 2676 فوجیوں نے خودکشیاں کر کے اپنا خاتمہ کر لیا۔ افغانستان سے وطن واپس جانے والے زخمی اور نفسیاتی طور پر پاگل فوجی بہت سے مسائل کا باعث بن رہے ہیں اور ان میں بھی خودکشیوں کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ سال 2012 میں افغان فوجیوں کی طرف سے بھی 61 نیٹو فوجیوں کو واصل جہنم کر دیا گیا۔ جبکہ تازہ حملوں میں پھر ایک افغان اہلکار نے برطانوی فوجی کو ہلاک کر دیا۔

اپنے ہی تربیت یافتہ فوجیوں کے ہاتھوں یہ ہلاکتیں رکنے کا نام نہیں لے رہیں اس جنگ نے امریکی معیشت کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ جہاں غربت اور بیروزگاری میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس معاشی بحران سے امریکہ کے اتحادی بھی نہیں بچ سکے۔ ریڈ کراس کی رپورٹ کے مطابق اگر برطانیہ میں اقتصادی دباؤ مزید بڑھا تو فسادات پھوٹ سکتے ہیں۔

حماس اور الفتح کے درمیان مصالحت....خوش آئند اقدام

فلسطینی تنظیموں الفتح اور حماس کے رہنماؤں کے مابین ہونے والے مذاکرات میں مصالحتی معاہدے پر فوری عملدرآمد ممکن بنانے پر اتفاق کر لیا گیا ہے۔ جس میں مصری حکومت نے ثالثی کا کردار ادا کیا۔ نومبر میں غزہ کی پٹی پر اسرائیلی حملے کے بعد یہ دونوں تحریکیں ایک مرتبہ پھر قریب آئی ہیں۔ حماس اور الفتح کے رہنماؤں کے مابین ہونے والی ملاقات میں یہ اتفاق کر لیا گیا ہے کہ مشترکہ حکومت کے قیام اور اسرائیلی جارحیت کے حوالے سے ماضی میں ہوئے معاہدے کے تحت جو طریقہ کار منتخب کیا گیا تھا، اس پر فوری طور پر عملدرآمد شروع کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں گے۔

حماس اور الفتح کے درمیان مصالحت اور اس میں مصر کا کردار خوش آئند ہے۔ اسرائیلی صیہونی کاروائیوں کا مقابلہ کرنے اور آزادی فلسطین میں قوی کردار کے لیے یہ اتحاد بہت ضروری ہے۔ تاہم عرب ممالک کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اور خواب غفلت سے جاگنا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی جارحیت اور درندگی پر پوری دنیائے کفر خاموش تماشائی بلکہ اس کی معاون ہے۔ اس صورتحال کے تناظر میں فلسطین کے لیے عالم عرب کا یکسو ہو کر مضبوط کردار نا گزیر ہے۔

عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لئے

جمہوریت

ایسا طرز حکومت ہے جو مسائل کا حل نہیں بلکہ خود مسائل کی جڑ ہے

دنیا میں مختلف معاملات کے لئے مختلف نظام وضع کئے گئے۔حکومتی معاملات کے لئے آج کل زیادہ تر ممالک میں جمہوری نظام رائج ہے۔جمہوریت کی تاریخ بہت قدیم ہے۔6 سال قبل از مسیح میں اس کا آغاز ہوا۔اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نظام معاشرے کے ہر فرد کو برابر اہمیت دیتا ہے۔

اس کے علاوہ بادشاہت کا نظام بھی دنیا میں قائم رہا اور تاریخ کے اوراق پلٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نظام، جس کو خلافت کہا جاتا تھا، وہ بھی زمین پر قائم رہا ہے۔

جمہوریت کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اس نظام کے تحت ممالک میں ہر چار یا پانچ سال کے بعد انتخابات ہوتے ہیں۔ہر فرد ووٹ ڈال کر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ فلاں سیاست دان کو ہمارے ملک کا حکمران بننا چاہیے۔پھر ووٹوں کی گنتی ہوتی ہے اور کثرت کی بنیاد پر حکومت قائم ہوجاتی ہے۔جو افراد الیکشن جیتتے ہیں وہ پارلیمنٹ کا حصہ بن جاتے ہیں۔قانون سازی سمیت تمام معاملات کا اختیار ان کے پاس ہوتا ہے۔

پارلیمنٹ میں تشریف رکھنے والے حضرات کی اکثریت جو بات کہہ دے وہ پتھر پر لکیر کی حیثیت رکھتی ہے، خواہ وہ بات عقل و دانش اور انسانی فطرت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔مثلاً پارلیمنٹ کی اکثریت کہہ دے کہ بسنت منائی جانی چاہیے تو بسنت دھوم دھام سے منائی جائے گی، خواہ بیسیوں انسان قاتل ڈور کے سبب جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔یہ ہے "Government of the people, by the people, for the people" اسکے باوجود کسی کی مجال نہیں کہ پارلیمنٹ کو غلط فیصلہ کرنے پر قصور وار ٹھہرا سکے۔

یہاں ایک اور بات سمجھنا بھی بہت آسان ہے۔اگر پارلیمنٹ کی اکثریت کہے کہ بسنت منانے میں کوئی حرج نہیں تو کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ پاکستان کے اکثر لوگوں کا یہی موقف ہے؟؟؟ اگر کسی معاملے میں اس سوال کا جواب ''نہیں'' ہے تو جمہوریت کا دعویٰ تو غلط ثابت ہوگیا......

اسامہ، UOL

پاکستانی جمہوریت اور آئین میں ایک معاملہ راقم کی سمجھ سے بالاتر ہے۔وہ جمہوریت اور پاکستانی آئین کا تضاد ہے۔آئین کا سب سے پہلا نقطہ یہ ہے کہ:

"Sovereignity belongs to Allah alone".

یعنی اللہ کی مرضی اور حکم کے خلاف کوئی قانون نہیں بن سکتا۔یہ راقم کا موقف نہیں بلکہ پاکستان کے آئین کے الفاظ ہیں، بلکہ آئین کا پہلا جملہ ہے۔اسی آئین کے مزید اوراق پلٹیں تو بے شمار قوانین بلکہ اکثر قوانین شریعت کے احکامات کے یکسر خلاف نظر آئیں گے۔مثلاً چور کی سزا شریعت میں ہاتھ کاٹنا ہے جبکہ آئین کے مطابق صرف چند ماہ قید اور جرمانہ ہے۔کیا ہاتھ کاٹنا اور قید و جرمانہ، ایک ہی بات ہے یا دو مختلف باتیں؟ اگر یہ دونوں الگ باتیں ہیں تو ان میں سے ایک بات اللہ کی ہے اور ایک انسانوں کی۔اللہ کی بات اور لوگوں کی بات میں فرق ہو تو کس کی بات درست ہوگی؟

یہ ہے جمہوریت کا سب سے بڑا مسئلہ......

کروڑوں انسانوں کے روزمرہ کے معاملات چلانے کے لئے قوانین کا جو پلندہ تیار کیا گیا ہے اس میں اتنا بڑا تضاد!

اللہ کے قوانین کے مقابلے میں پارلیمنٹ میں موجود انسانوں کے قوانین کو ترجیح دینا کوئی معمولی بات نہیں۔کیا ایسا ممکن ہے کہ اس قدر خوفناک نظام کے ذریعے اللہ کی رحمت آئے اور ہمارے مسائل حل ہوجائیں؟؟؟

اس نظام، جس کے گن ساری دنیا گاتی ہے، کے بارے میں بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ اس میں اکثریت کی بات کو مانا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور اس میں موجود ہر مخلوق اور ہر چیز سے بخوبی واقف ہیں۔انسانوں کو پیدا کرنے والے رب کے الفاظ ہم قرآن میں پڑھتے اور سنتے ہیں'' قلیلا ما تشکرون، قلیلا ما تذکرون''وغیرہ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اکثریت نہیں بلکہ کم لوگ معاملہ فہم اور سمجھدار ہوتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا جمہوریت کے بارے میں کیا تبصرہ تھا، درج ذیل حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَوَّلُ هٰذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُونُ إِمَارَةً وَرَحْمَةً، ثُمَّ يَتَكَادَمُونَ عَلَيْهِ تَكَادُمَ الْحُمُرِ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ، وَإِنَّ أَفْضَلَ جِهَادِكُمُ الرِّبَاطُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ رِبَاطِكُمْ عَسْقَلَانُ.

اس معاملہ (اسلام) کی ابتداء نبوت اور رحمت ہے، پھر خلافت اور رحمت ہے، پھر ملوکیت اور رحمت ہے، پھر امارت اور رحمت ہے۔ پھر وہ (لوگ) اس پر گدھوں کی طرح جھگڑیں گے، پس تم جہاد کو لازم پکڑنا، اور تمھارا افضل جہاد محاذوں پر پڑاؤ ڈالنا ہے۔ (السلسلہ الصحیحہ:3270)

پاکستان کو ''قلعہ اسلام'' کا خواب دیکھنے والے، علامہ محمد اقبال نے جمہوریت کے بارے میں کمال بات کہی:

جمہوریت وہ طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

پاکستان کی عمر 65 سال سے کچھ زائد ہے۔ کیا اتنے برس میں جمہوریت ہمارے مسائل کا حل کرنے میں کامیاب ہوسکی؟ شاید کوئی سوچے کہ اس دوران کئی مرتبہ مارشل لاء بھی لگا ہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جمہوریت کو جو وقت ملا، وہ ناکافی ہے۔ اگر یہ بات سمجھ نہ آئے، تو پاکستان کو چھوڑیئے، جمہوریت کے علمبردار ممالک کو ہی دیکھ لیجئے۔ کیا بھارت کی عوام خوشحال ہے؟ نہیں! بالکل نہیں۔ لاکھوں نہیں کروڑوں افراد ایسے ہیں، جو چھت جیسی بنیادی ضروریات سے محروم ہیں۔

امریکہ میں جمہوریت کو سوا دوسو سال ہوچکے۔ یہ بات کون نہیں جانتا کہ دنیا میں سب سے زیادہ جرائم امریکہ میں ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ خودکشیاں بھی امریکہ میں ہوتی ہیں جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمہوریت امریکی عوام کو سکھ، چین دینے میں ناکام رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی تمام مسائل کا حل ہے۔ اللہ تعالیٰ حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو فائدہ پہنچانا چاہیں تو کوئی اس شخص کو فائدے سے دور نہیں رکھ سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لئے نقصان کا ارادہ فرمالیں تو کوئی بھی اس کو نقصان سے بچا نہیں سکتا۔

جمہوری نظام اللہ کے قوانین کے مقابلے میں پارلیمنٹ میں موجود انسانوں کے قوانین کو ترجیح دیتا ہے۔ یقیناً یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ اس قدر خوفناک نظام کے ذریعے اللہ کی رحمت آئے اور ہمارے مسائل حل ہوجائیں؟؟؟

یہی وجہ ہے کہ ہم دن بہ دن پریشانیوں میں گھرتے چلے جارہے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کو ناراض کرکے ہم کبھی خوشحال نہیں ہوسکتے۔

امریکہ میں جمہوریت کو سوا دوسو سال ہوچکے۔ لیکن یہ بات کون نہیں جانتا کہ دنیا میں سب سے زیادہ جرائم امریکہ میں ہوتے ہیں۔ کیا جمہوریت امریکی عوام کیسے مسائل حل کرسکی؟ سب سے زیادہ خودکشیاں بھی امریکہ میں ہوتی ہیں

حالیہ دنوں کی بات کی جائے تو پاکستان میں الیکشن قریب ہیں۔ سیاسی جماعتیں جلسے جلسوں میں مصروف ہیں۔ اشتہارات اور فلیکس لگ رہے ہیں۔ ہر کوئی اپنی تعریف اور دوسروں کی برائی میں مصروف ہے۔ کیا مہذب لوگوں کا یہی انداز ہونا چاہیے؟

عوام کو اتنی سی بات سمجھ نہیں آرہی کہ جو پارٹی کروڑوں روپے خرچ کرکے حکومت میں آئے گی وہ اربوں روپے بھی ضرور کما کے جائے گی۔ گویا کہ یہ ایسا نظام ہے جس میں صرف امیر، بلکہ بہت زیادہ امیر لوگوں کے علاوہ کوئی حصہ لے ہی نہیں سکتا۔

الیکشن کے دنوں میں فسادات بھی ضرور ہوں گے اور کئی لوگ قتل ہوں گے، پھر ان کو ''شہدائے جمہوریت'' قرار دیا جائے گا۔ افسوس! مسلمان، مسلمان سے لڑکر بھی شہید ہوا کرتے ہیں؟؟ صحابہ اکرام تو شہادتوں کے لئے دشمنانِ دین سے معرکے سجاتے جب کہ اقتدار کی دوڑ نے بھائی کے ہاتھ میں بھائی کا گریبان پکڑوا دیا ہے۔

دوسری طرف بھارت جو کہ جمہوریت کا علمبردار ہے، میں زبردست احتجاج جاری ہیں اور لوگوں کا مطالبہ ہے کہ ریپ کرنے والے درندوں کو پکڑ کر عوام کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے تاکہ باقی لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ اس غلطی سے باز رہیں۔ گویا کہ ہندو وہ سزا تجویز کررہے ہیں کہ جو اسلام نے پہلے ہی مختص کررکھی ہے......!

قارئین سوچیں گے کہ ''اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟'' یہ مایوسی والا جملہ ایسے معاملات میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سیرت سے ناآشنائی ہے۔ صحابہ کرام نے بڑے بڑے مسائل دیکھے، لیکن کیا کبھی کسی نے کہا کہ ''ہم بے بس ہیں''۔

اس کے حل پر بات کی گئی تو مضمون طویل ہوجائے گا مختصر بات یہ ہے کہ اسلام، مسلمان کی ہر معاملے میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس نظام سے بچنے اور اس کی جگہ خلافتِ اسلامیہ کے قیام کا طریقہ کار ہمیں تفصیل سے سمجھایا گیا ہے۔ اس کے بہت سے طریقے لوگوں نے بھی ایجاد کیے ہیں لیکن اصل طریقہ ایک ہی ہے وہ ہے دعوت و جہاد۔ دعوت کے ذریعے اہل اسلام کی اصلاح اور عالم کفر، یہود و ہنود کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ۔ اس کام کے نتیجے میں دنیا کے تمام باطل نظام اسلام کے نظام سے تبدیل ہوں گے اور انسان سکھ کا سانس لیں گے۔ انشاء اللہ

بقیہ — تعلیمی اداروں میں الحاد

اس مسافر کی طرح جو رستے کی بے وقعت بہاروں میں کھو جائے اور منزل کی سدا بہار راحتوں سے محروم ہوجائے...... پانی کا بلبلہ جو ظاہری طور پر بہت خوشنما اور چمکدار محسوس ہوتا ہے مگر صرف چند لمحوں کے لئے...... اس کے سحر میں گرفتار...... ہم بے منزل سفر پر رواں ہیں۔ ہمارے کتنے ساتھی ہیں جو یونیورسٹی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے ''شاخِ ناپائیدار'' پر آشیانہ بناتے ہیں۔ اس پر محلات تعمیر کرتے ہیں۔ ان کے خوش کن تصورات میں کھوئے رہتے ہیں۔ ظاہریت اور سفلی ہوس کی اتباع میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ پانی کا بلبلہ غیر حقیقی ہوتا ہے۔ یہ چند ساعتوں کا ایک دلربا منظر ہے مگر جب اس کا اختتام ہوگا تو کیا ہوگا......!

کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ نے اپنی اسائنمنٹ تیار نہ کی ہو یا امتحانات کی تیاری نہ کی ہو اور جب امتحان کے بعد رزلٹ آئے اور آپ ممتحن سے یہ کہہ کر معذرت کرلیں کہ مجھے پتا ہی نہ چلا تھا۔ اس لئے مجھے پاس کردیجیے......؟

''مجھے پتا ہی نہیں چلا تھا'' کوئی معذرت نہیں جو آپ اپنی زندگی کے اختتام پر پیش کرسکیں۔ جو فصل بوئی ہے وہ کاٹنا پڑے گی۔

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ (سورہ ملک:10)

''اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔''

پھر کہا جائے گا:

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ

(سورہ ملک:11)

''پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔''

آئیں اس سے قبل ہم بحیثیت امتِ مسلمہ کے نوجوان کے اپنی اہمیت کو سمجھیں۔ قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں اور اپنے دلوں کے زنگ اتاریں۔ صحابہ کرام ﷢ کی سیرت کو چراغ راہ بنائیں۔ ان کی حیا' ان جیسا ایمان' ان جیسی بلند نظری اور جذبۂ اطاعت و محبت اپنے اندر پیدا کریں۔ کیونکہ ہماری جوانیاں تو اس امت کی مقدس امانت ہیں جو کسی میر کارواں کی تلاش میں ہے۔ جس کا وجود لہو سے تر ہے۔ اسی امت کے لئے امیدِ سحر بننا ہے۔ ہماری نظریں بہت دور تک جاتی ہیں، جن کی منزلوں میں جنت جیسے انعامات ہیں۔ جس کی ایک جھلک ہی تمام ترغم غلط کردے گی۔ دنیا و آخرت کی عزت اگر مقصود ہے تو پھر انہی راہوں کا مسافر بننا ہوگا۔

قسط نمبر 1

یاایہاالذین امنوا.....

اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کے خصوصی احکامات کا جائزہ

احسان الٰہی تبسم

جب رسول اللہ ﷺ نور ہدایت بن کر تشریف لائے اس سے پہلے دنیا میں افق تا بہ افق اندھیرا چھایا ہوا تھا' ساری دنیا ظلمت اور کفر کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے دنیا میں ایک نئے دور کی ابتداء ہوئی۔ یہ علم و ادب، رشد وہدایت اور علوم وفنون کی ترویج واشاعت کے آغاز کا دور تھا۔ یوں محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے دنیا سورہی تھی اور آپ ﷺ کی آمد پر وہ بیدار ہوئی اور روشنی اور ہدایت ہر طرف پھیل گئی۔

اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی ذات سے دنیا کو جوان گنت نعمتیں عطا فرمائیں یہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی صورت میں بنی نوع انسان کو ملیں۔ یہ نعمتیں ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہیں یہ دونوں دراصل وحی الٰہی کے ایسے سرچشمے اور ایسے خزانے ہیں جن کی منفعت کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔

قرآن کریم میں دوسری آیات کے ساتھ ساتھ کچھ آیات ایمان والوں کے لئے خاص ہیں جو "یاایھاالذین آمنوا" سے شروع ہوتی ہیں۔

عام طور پر ہم کسی شخص کا نام لیتے ہیں چاہے وہ کتنا ہی مصروف ہو' بلانے والے کی طرف فوری متوجہ ہوجاتا ہے۔

اس طرح ان آیات میں بھی اللہ تعالی نے گویا ایمان والوں کوان کے ذاتی ناموں سے پکارا ہے اور اپنی زندگیوں کو بنانے اور سنوارنے کے لئے بہت سی ہدایات دی ہیں۔ اس لئے یہ تمام کی تمام آیات بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ اس لائق ہیں کہ انہیں بار بار پڑھا جائے۔ ان کے معانی اور مفاہیم پر غور کیا جائے۔

قرآن مجید کی ہم بات کریں تو جو لوگ اس کو مانتے ہیں' اس کو پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں انھیں یہ کتاب رفعت و سربلندی عطا کرتی ہے اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے یا مانتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے انہیں یہ کتاب ذلت وپستی سے ہمکنار کرتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"بے شک اللہ تعالی اس کتاب کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رفعت عطا کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو ذلت سے دوچار کرتا ہے"

(صحیح مسلم: 817)

احادیث مبارکہ میں اس کے پڑھنے اور پڑھانے والوں کو عزت وسربلندی کی بشارت دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"خیر کم من تعلم القرآن وعلمه"

"تم میں سب سے بہتر وہ شخص جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا" (بخاری)

اس قرآن کے نزول کا سب سے بڑا مقصد نسل انسانی کی "سیدھے راستے" کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ اسی بنا پر اس کی آیات بینات میں اس کے بتائے ہوئے راستے پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں فلاح ونجات کی بشارت دی گئی ہے اور اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں دنیا اور آخرت میں ناکامی کی خبر دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ"

(سورہ الانبیاء: 10)

"بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے، جس میں تمھارا ذکر ہے، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟"

لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اس کتاب قرآن مجید کو وہ اہمیت نہیں دی جو اس کے لائق شان ہے اور مسلم معاشروں میں مندرجہ ذیل جرائم کثرت سے موجود ہیں:

☆ مساجد میں بہت کم حاضری ہوتی ہے اور نماز کو اہمیت نہیں دی جاتی۔

☆ صدقہ وخیرات بہت کم کیا جاتا ہے۔

☆ غیر مسلموں سے دوستی رکھنے اور دفتروں کی حاکمیت اعلیٰ انہیں دینے کو وجہ افتخار سمجھا جاتا ہے۔

☆ ہندوستان اور مغرب میں غیر مسلموں خصوصاً (مشرکوں) کے ساتھ شادی بیاہ کا رواج بڑھ رہا ہے (جس کی قرآن کریم میں صریح لفظوں میں ممانعت ہے)

☆ بزرگوں خصوصاً والدین کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آیا جاتا ہے اور مغربی ممالک میں آباد مسلمانوں میں بوڑھے والدین کو Old Houses بھیجنے کا رواج بڑھ رہا ہے۔

☆ اللہ کی راہ میں لڑنے اور جہاد کرنے کے بجائے مسلمان ایک دوسرے کو قتل کررہے ہیں۔

خصوصی طور پر بدعات کو (دین میں نئی نئی باتوں کو ثواب سمجھ کر اختیار کرنے) نے اسلامی دنیا کو مزید گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ اور اخلاقی حالات کو تباہ کردیا ہے۔ نت نئی باتوں کو دین بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ جو واضح طور پر اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کا احکام سے متصادم ہیں۔

> عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "قرآن مجید پوری طرح متوجہ ہوکر اور کان لگا کر سنو، خصوصاً وہ آیات جو "یاایھاالذین آمنو" (اے ایمان والو) سے شروع ہوتی ہیں اس لئے کہ ایسی آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی ہدایات اور احکامات ہیں

سورۃ المومنون میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ (سورہ المومنون۔ آیت: 18)

"اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے کسی بھی طرح لے جانے پر ضرور قادر ہیں۔"

ام المومنین عائشہ ؓ سے مروی کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص دین میں کسی بات کا اضافہ کرے جو اس میں شامل

نہ ہوتو وہ رد کر دیا جائے گا۔" (صحیح مسلم:1718)

انہی حالات کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی ایسی آیات مبارکہ کا انتخاب شائع کیا جائے جن کی ابتداء "یاایھا الذین آمنو" (اے ایمان والو!) کے محبت اور شفقت والے جملے سے ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ایسی آیات کی کل تعداد 89 ہے۔

یہ آیات مختلف موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں ان میں ایمانیات وعقائد، آداب نبوت، حلت وحرمت کے اساسی قواعد، ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوۃ) جہا وقتال، باہمی معاملات، عدل وانصاف اور آداب معاشرت وآداب مجلس وغیرہ شامل ہیں۔

دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی وہ نصیحتیں ہیں جو اس نے اپنے مومن بندوں کو کی ہیں اس لئے ان کی اہمیت غیر معمولی ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ یوں گویا جس جملے کا آغاز "یاایھا الذین آمنو" سے ہوتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے ایمان رکھنے والے بندوں سے یہ فرماتے ہیں اے میرے وہ بندو! جو مجھ سے محبت رکھتے ہو......! اللہ تعالیٰ کا ہم پہ بے حد کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس پیارے اور مشفق نام سے مخاطب کیا کیونکہ بنی اسرائیل کو اس نعمت سے محروم رکھا گیا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت خیثمہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تورات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو "یا ایھا المساکین" فرمایا ہے لیکن امت محمدیہ کو "یاایھا الذین آمنو" کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا ہے۔

اس طرح سے محبت وشفقت بھرے جملے سے شروع ہونے والی آیات مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "قرآن مجید پوری طرح متوجہ ہو کر اور کان لگا کر سنو، خصوصاً وہ آیات جو "یاایھا الذین آمنو" (اے ایمان والو) سے شروع ہوتی ہیں اس لئے کہ ایسی آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی ہدایات اور احکامات ہیں...... یا بعض باتوں کے کرنے کا حکم ہے اور اس کی تاکید ہے یا بعض سے رکنے اور باز رہنے کی ہدایت ہے۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان آیات میں جو پیغام دیا گیا ہے وہ بہت واضح ہے۔ ان آیات میں ہمیں ہماری ذمہ داریاں یاد دلائی گئی ہیں خواہ ہم اپنے نفس کی پیروی کر رہے ہوں یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت میں لگے ہوں۔

انہی اغراض ومقاصد کے لئے ان آیات کو ایک جگہ بیان کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

☆☆☆

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔

(سورہ البقرۃ آیت:104)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم "رَاعِنَا" (ہماری رعایت کر) مت کہو اور "اُنظُرنَا" (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

ہر زبان میں کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو دوسری زبان سے ملتے جلتے اور ہم آواز ہوتے ہیں۔ عربی کے جو الفاظ عبرانی زبان سے مشابہت اور مماثلت رکھتے ہیں ان میں سے ایک لفظ "راعنا" ہے "راع" یہ باب مفاعلہ سے فعل امر یعنی "ہماری رعایت کیجئے" اس کو ذرا کھینچ کر ادا کیا جائے "راعینا" تو اس کے معنی بنتے ہیں احمق، اجڈ اور چرواہا۔

سامع کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کے کلام کو ایسے انہماک کے ساتھ سنے کہ حتیٰ الوسع اسے استفسار کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ یہ کمال ادب اور انتہائے تعظیم ہے جس کی تعلیم عرش وفرش کے مالک نے اپنے بندوں کو دی ہے

مسلمانوں کی عزت، اسلام کی عظمت اور نبی ﷺ کے احترام واکرام میں اضافہ دیکھ کر یہودی اپنے دلوں میں کڑھتے اور جلتے رہتے تھے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اپنے سلام اور کلام میں ہر ممکن طریقے سے اپنے دل کا بخار نکالتے ہوئے ذومعنی الفاظ استعمال کرتے، زور سے کچھ کہتے اور زیر لب کچھ اور کہہ دیتے اور ظاہری آداب برقرار رکھتے ہوئے در پردہ آپ ﷺ کی توہین وگستاخی کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

آپ ﷺ کی مجلس میں آتے تو آپ کی گفتگو کے دوران "راعنا" کا لفظ استعمال کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ ہم آپ ﷺ کی بات کو سمجھ نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خباثت کبیرہ کو سورہ نساء میں یوں بیان فرمایا:

مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۔ (سورہ النساء، آیت:46)

"وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں **سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا** (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور **اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ** (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور **رَاعِنَا** (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر بے شک وہ **سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا** (ہم نے سنا اور مانا) اور **اِسْمَعْ وَانْظُرْنَا** (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔"

یہودیوں کی ایسی ایک اور کمینگی کا ذکر حدیث میں آیا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ یہودی نبی ﷺ کے ہاں آتے اور "السلام علیکم" کی جگہ "اسام علیکم" کہتے یعنی نعوذ باللہ "آپ پر موت طاری ہو"۔۔۔ جواب میں رسول مکرم ﷺ فرماتے "وعلیکم" یعنی جو تم نے کہا وہ خود تمہی پر ہو۔ (بخاری)

بسا اوقات فہم وکلام کے لئے مسلمان بھی آپ کی خدمت میں "راعنا" عرض کرتے لیکن دونوں کی ادائیگی اور نیت میں زمین وآسمان کا فرق تھا۔

صحابہ رضی اللہ کا مقصد یہ ہوا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تھوڑا سا توقف فرمائیں تاکہ آپ کا ارشاد سمجھنے آسانی ہو۔ یہودی گستاخی کے انداز میں بولتے اور بعد ازاں اپنی مجلسوں میں مسلمانوں کا مذاق اڑاتے کہ دیکھیں ان کا نبی ﷺ اور یہ لوگ کتنے نادان اور بیوقوف ہیں کہ انہیں اس لفظ کا مفہوم سمجھ نہیں آتا۔

اس موقع پر ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا کہ اے مسلمانو! اب کے بعد اس لفظ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو اور اس کے بجائے "انظرنا" کہا کرو جس کے معنی ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہماری طرف نظر التفات فرمائیں کیونکہ یہ لفظ ہر طرح سے برے گمانوں سے پاک ہے۔

پھر جو الفاظ آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوں انہیں پوری طرح توجہ اور اخلاص کے ساتھ سنا کرو۔

"واسمعو" کا لفظ استعمال کر کے یہ اشارہ بھی دیا گیا ہے کہ دوران خطاب متکلم کو ٹوکنا سننے والے کی عدم توجہ کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا سامع کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کے کلام کو ایسے انہماک کے ساتھ سنے کہ حتیٰ الوسع اسے استفسار کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ یہ کمال ادب اور انتہائے تعظیم ہے جس کی تعلیم عرش وفرش کے مالک نے اپنے بندوں کو دی ہے۔

اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو عدم توجہی اور بدنیتی کے ساتھ سننے کے بجائے ہمہ تن گوش ہو کر سننا اور ماننا چاہیے۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلا کہ ایسے الفاظ جن میں بے ادبی یا گستاخی کا شبہ ہو ان کا استعمال درست نہیں اور یہ بھی انتباہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرنا کفر ہے۔ (جاری ہے)

ان شاءاللہ

ان شہداء کا قرض ہے ہم پر

ابوحنظلہ عبدالرحمٰن جانباز شہید رحمہ اللہ

جن کا کردار منہجِ دعوت و جہاد کے راہیوں کے لئے مشعلِ راہ ہے

ابوبکر مدنی

بیچ کر تلواریں خرید لیے مصلے تم نے
عزتیں لٹتی رہیں اور تم دعا کرتے رہے

بدقسمتی سے دورِ حاضر میں امت مسلمہ ایسے نوجوانوں سے مالا مال ہے جو صرف گفتار کے غازی ہیں لیکن جب ان کے روز و شب پر نظر دوڑائی جائے تو ان کے ذہن اس بات کی نفی کرتے ہیں کہ ہم بھی امت مسلمہ کے غیور نوجوان ہیں۔ جب کبھی کسی مسجد کے در و دیوار گرنے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکراتی ہے...... جب کبھی قرآن کی بے حرمتی کی خبریں آتی ہیں...... جب کبھی نبی مکرم ﷺ کی ناموس پر کوئی انگلی اٹھتی ہے...... جب کبھی مسلمانوں کے علاقوں میں معصوم بچوں کو خون میں نہلایا جاتا ہے...... ان کا خون بھی کھولتا ہے...... جذبات ہیں کہ رک نہیں پاتے...... ذہن میں بہت سے منصوبے تشکیل پاتے ہیں...... کچھ کر گزرنے کو دل کرتا ہے......

لیکن...... ہمارے یہ نوجوان منصوبے بناتے بناتے ہی اپنے جذبات کو ٹھنڈا کر بیٹھتے ہیں۔ کوئی سوچتا ہے کہ میں اپنی تعلیم پوری کر کے اس امت پر ڈھائے جانے والے مظالم کا بدلہ لوں گا۔ کچھ اپنے جذبات کا اظہار سوشل میڈیا پر کر کے اسے فرض کی ادائیگی سمجھ لیتے ہیں۔ کچھ نوجوان عملی میدان میں جانے کے لئے کمربستہ ہوتے ہیں لیکن جذبات ٹھنڈے پڑ جانے کے بعد پھر اسی دنیا کی دلدل میں کھو جاتے ہیں اور شاید کسی نئے اندازِ ظلم کا انتظار کرتے ہیں کہ جب دوبارہ کوئی مسلم امہ پر یلغار کرے گا تو ہمارے جذبات پھر جوش ماریں گے۔ دوبارہ سے کچھ کرنے کا عزم کریں گے۔ ان سوچوں کے ساتھ ہمارے یہ نوجوان دوبارہ بے مقصد دنیاوی زندگی کی دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

لیکن جذبات کی بھیڑ چال میں کچھ کردار ایسے بھی ذہن میں آتے ہیں جو مایوسیوں میں امید کے چراغ تھے، جو گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔ انہوں نے بھی امتِ مسلمہ پر ظلم کی داستانیں سنیں۔ ان کے جذبات بھی ابھرے لیکن ہمارے اور ان کے جذبات میں فرق اتنا تھا کہ ان کے جذبات عملی تفسیر اختیار کر گئے۔ ان باعمل غیور نوجوانوں نے ہماری طرح لمبے لمبے منصوبے ترتیب نہیں دیئے۔ جیسے ہی ان کے سامنے کفر کے مظالم واضح ہوئے دوسرے ہی لمحے وہ میدان مقتل میں عملی طور پر پہنچے اور کفر کے اماموں کو یہ پیغام دیا کہ امت محمدیہ ﷺ کے تمام نوجوان سستی اور کاہلی کا شکار نہیں بلکہ تمہارے مظالم کا حساب لینے والے ابھی غیور مجاہد زندہ ہیں۔ جو اپنی جان پر کھیل کر تمہارے مظالم کے آگے ڈھال بنیں گے۔ جن کی تربیت ایسی ہوئی ہے کہ خون کے آخری قطرے کے بہنے تک اسلام کی سربلندی کے لئے عملی میدان میں جدوجہد کرتے رہیں گے۔ الحمدللہ ایسے نوجوانوں نے میدان مقتل کے اندر اپنی جرأت کے عملی مظاہرے دکھائے اور اسلام کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔

> نوجوان عیدالفطر کے انتظار میں تھے اور عید کو مختلف انداز میں گزارنے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ لیکن اپنے رب کے وعدوں پر یقین رکھنے والے اپنی عید کو اپنی حوروں کے ساتھ جنت الفردوس میں منانے کی تیاریاں کر رہے تھے

ان نوجوانوں میں سے ایک ابوحنظلہ عبدالرحمٰن جانباز ہیں۔ جیسے ہی ان کا تذکرہ ہوا تو ان کا بھولا بھالا معصوم چہرہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ جب انہوں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو بہت سی خواہشات ان کے دل میں بھی ابھریں۔ وہ بھی دنیا کی رعنائیوں کو دیکھتے تو مختلف طرح کے منصوبے ان کے ذہن میں ترتیب پاتے۔ اسی کشمکش میں ہی وہ جوانی کے ایام تیزی سے گزار رہے تھے کہ ان کے حلقہ احباب میں چند ایسے طالب علم شامل ہوئے جنہوں نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین واضح کئے اور ان کو مختلف ترجمہ کلاسز اور دینی مجالس میں لے کر گئے۔ گو کہ ان کے ذہن میں جوانی کی رنگینی مختلف انداز کے ساتھ انگڑائیاں لے رہی تھی اور وہ بھی کالج لائف کو رنگین انداز میں گزارنا چاہتے تھے لیکن جب قرآن و حدیث کے گلستان سے گزرنے کی وجہ سے ان کو دعوت و جہاد کا صحیح منہج پہنچا تو انہوں نے اپنی تمام خواہشات کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھتے ہوئے دین حنیف کو سینے سے لگا لیا۔ ان کی اپنے علاقے میں طلباء کو دعوت دینے کی ذمہ داری لگی تو وہ کالج کے ہونہار طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی دعوتی ذمہ داری کو پوری محنت اور توجہ کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ اپنی ذمہ داری کو سرانجام دینے کے لئے کالج سے آتے ہی کھانا کھائے بغیر علاقے میں لٹریچر کی تقسیم اور دیگر سرگرمیوں کے لئے نکل جاتے اور رات گئے واپس لوٹتے۔ بسا اوقات تو علاقے کے مختلف بھائی ان کو زبردستی آرام دلوانے کے لئے مختلف حیلے اختیار کرتے۔ دعوتی کاموں کے دوران جن جن بھائیوں سے ان کا رابطہ تھا وہ ان کے اخلاق اور کردار کی پاکیزگی کی گواہی آج بھی بڑے وثوق کے ساتھ دیتے ہیں۔ ایک بزرگ تو ان کی دعوتی محنت کو دیکھ کر یہ اندازہ لگاتے اور اپنے تمام دیگر احباب کو بتاتے کہ اگر کسی نے مستقبل کا شہید دیکھنا ہے تو عبدالرحمٰن کو دیکھ لے۔ کبھی کہتے کہ میرے اس بیٹے عبدالرحمٰن نے بہت جلد شہید ہو جانا ہے۔

عبادات کی کیفیت ایسی تھی کہ ان کی جیب میں چھوٹا قرآن ہوتا اور جب بھی موقع ملتا قرآن کی تلاوت کرتے۔ نماز باقاعدگی کے ساتھ صف اول میں ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ ان

کے محلے کے تمام لوگ ان کے اخلاق سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے جب بھی کبھی سلگتی دھوپ میں ستانے کے لئے گھر پہنچنا ہوتا اور کوئی بھی شخص ان سے کوئی کام کرنے کو کہتا تو بخوشی انہی قدموں پر لوٹ کر پہلے اپنے اس بھائی کی ضرورت کو پورا کرتے پھر واپس آ کر آرام کرتے۔

ان میں اخلاص اور تقویٰ اس قدر زیادہ تھا کہ جب میدان مقتل کی طرف روانہ ہوئے تو اپنے قریبی عزیز و اقارب اور دوست احباب کو بالکل بھی اندازہ نہ ہونے دیا اور خاموشی سے اللہ کے رستے میں نکل پڑے۔ جتنی دیر وہ اپنے گھر رہے بڑی استقامت کے ساتھ دعوت کا کام کیا۔ دعوت کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ وہ میدان مقتل میں جانے کے لئے بھی بے تاب رہے۔ جب میدان مقتل کا رخ کیا تو رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ان کے ساتھ کے نوجوان عید الفطر کے انتظار میں تھے اور عید کو مختلف انداز میں گزارنے کی منصوبہ بندی کررہے تھے۔ لیکن اپنے رب کے وعدوں پر یقین رکھنے والے اپنی عید کو اپنی حوروں کے ساتھ جنت الفردوس میں منانے کی تیاریاں کررہے تھے۔ ان کے ساتھی نوجوان اس عارضی دنیا میں شہرت حاصل کرنے کے لئے بے جا دوڑ میں مصروف تھے۔ لیکن وہ حوروں کا شہزادہ دنیا کی جھوٹی خواہشات کو روندتا ہوا دشمن کی صف کے بالمقابل جا کھڑا ہوتا ہے جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی شہ رگ پر دشمن کا وار کھا کر اپنی ابدی اور مسرتوں سے بھری زندگی کا آغاز کرتا ہے اور ہم سب کو یہ پیغام دیتا ہے:

آؤ دوستو موت سے کریں آغاز سفر
زندگی ہوگی تو مرنے کا ڈر سا ہو گا

والدہ کے تاثرات

آ تیری مانگ میں چاند تارے بھروں
تجھ کو دولہا بنا کر میں رخصت کروں

میرا یہ بیٹا شروع سے ہی انتہائی فرمانبردار تھا۔ بچپن سے ہی میرا اور اپنے والد کا بہت خیال رکھتا تھا۔ جب کالج میں داخل ہوا تو تعلیم میں بھی بہت ہونہار طالب علم ثابت ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دین کی دعوت کا کام بھی بڑے شوق سے کرتا۔ دوسروں کے کام کرنے میں وہ اپنی ذات کی قربانی دیتا اور ہر دم دوسروں کی خدمت کو تیار رہتا۔ میرے آرام کا بہت خیال رکھتا۔ جب کبھی رات گئے واپس گھر آتا اور اس کو بھوک لگی ہوتی تو بھی مجھے نہ جگاتا کہ امی جان کی نیند نہ خراب ہو۔ میدانِ مقتل میں جانے سے چند روز قبل وہ روزانہ اجازت لینے کے لئے ساری ساری رات میرے پاس بیٹھا رہتا۔ اگر رات کے کسی پہر مجھے جاگ آتی تو وہ بدستور جاگ رہا ہوتا۔ میں اس کو کہتی کہ بیٹا جاؤ سو جاؤ لیکن وہ کہتا امی جان! آپ جانے کی اجازت دیں گی تو میں سو جاؤں گا۔

ایک دن میں نے رات گئے تک اسے اپنے پاس بیٹھے دیکھا تو اس کو کہا کہ جاؤ تمہیں اجازت ہے۔ تب وہ خوشی خوشی اٹھا اور مجھے دعائیں دیتا ہوا سو گیا۔ ہم نے اس کا نام عبدالرحمٰن جانباز رکھا تھا۔ وہ واقعی اپنے نام کی طرح جانباز ثابت ہوا۔ اس کی شہادت سے چند روز قبل بہت سہانا خواب آیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بیٹے کو اللہ نے قبول کر لیا ہے۔ اللہ اس کی شہادت کو قبول کرے۔ آمین

بہن کے تاثرات

بھائی میرا بہت خیال رکھتا تھا۔ مجھے ہر وقت دین کی باتیں سمجھاتا رہتا تھا۔ جب وہ روانہ ہونے لگا تو کہتا میرا آپ کو چھوڑ کر جانے کو بالکل دل نہیں کرتا لیکن صرف اللہ کے لئے چھوڑ کر جانے لگا ہوں کیونکہ مجھ پر تم جیسی بہت ساری ننھی بہنوں کا قرض ہے۔ تم پریشان نہ ہونا اور اس کا اجر صرف اللہ سے لینا ہے۔

دوستوں کے تاثرات

جو وقت ہمارا عبدالرحمٰن بھائی کے ساتھ گزرا، ہم اس کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ ایک ایک پل ابھی بھی یاد آتا ہے۔ اس نے آنا اور ہمیں ساتھ لے کر رابطوں کے لئے نکلنا۔ رستے میں صرف جہاد کے متعلق باتیں کرنی۔ اس نے کہنا کہ جہاد کا رستہ بہت رستہ ہے۔ اگر مجھے اللہ نے اس رستے کے لئے چن لیا تو میری بہت بڑی خوش نصیبی ہے لیکن یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر اللہ نے مجھے چن لیا تو کیا میں اس رستے کا حق ادا کر پاؤں گا۔ ہر وقت جہاد اور شہادت کی باتیں کرتا اور ہمیں بھی نصیحت کرتا رہتا۔ وہ جو عزائم دل میں رکھتا تھا ان کو اس نے پورا کیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اس کی شہادت کو قبول کرے۔ آمین

وصیت نامہ

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

پیارے والدین! آپ کا بیٹا جس مقدس راستے پر کٹا ہے اس کی عظمت وفضیلت آپ میرے سے زیادہ جانتے ہیں۔ میری شہادت کی خبر سن کر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ پیاری امی جان! اگر میں آپ کے پاس ہی رہتا تو تب بھی مجھے موت آنی ہی تھی۔ آپ نے زندگی میں میری بہت اچھی تربیت اور پرورش کی۔ لیکن جب وقت آیا کہ میں آپ کو دنیا میں اس کا کچھ صلہ دیتا تو میں آپ کو چھوڑ کر چلا آیا۔ میں آپ کی ذرا بھی خدمت نہ کر سکا لیکن ان شاء اللہ کل قیامت کے دن جب ہر شخص اپنے گناہوں کی وجہ سے پسینے میں ڈوبا ہوگا۔ ہر انسان ربی نفسی، ربی نفسی پکار رہا ہوگا۔ والدین، اولاد، عزیز و اقارب ایک دوسرے سے بھاگ رہے ہوں گے کہ شاید کسی کو کوئی نیکی نہ دینی پڑ جائے۔ اس وقت ان شاء اللہ میں آپ کی سفارش کروں گا جو ضرور قبول ہوگی۔ ان شاء اللہ

پیارے بھائی سیف الرحمٰن! ہمیشہ نماز کی پابندی کرنا۔ اذکار کو اپنی زندگی کا معمول بنالینا۔ فضول اور لغو باتوں سے بچتے رہنا۔ زیادہ ہنسی مذاق سے پرہیز کرنا۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ وہ آدمی جو اپنی جان اور مال اللہ کے راستے میں قربان کردے اس کو عملِ جہاد سے پیچھے رہنے والے کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ لہٰذا میں تم کو اسی راستے پر چلنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اگر آپ کو زندگی میں کوئی تکلیف پہنچے تو اسی رب کی طرف رجوع کرنا جو آپ کا مالک و رازق ہے۔ اس رب کو کبھی ناراض نہ کرنا۔ اس دنیا میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو دنیا کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ دیتے ہیں۔ بہن بھائیوں کی محبت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بلکہ خود ایسے لوگوں کے والدین ان کو دنیا حاصل کرنے کے لئے اپنے سے جدا کرتے ہیں اور کچھ خاص حاصل نہیں کرپاتے۔ آپ کا بیٹا الحمدللہ، اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کی خاطر آپ سے جدا ہوا ہے۔ جس کا یقیناً ہماری سوچ سے بھی زیادہ اجر ہے۔

پیارے بھائیو! ہمیشہ نماز کی پابندی کرنا۔ جہاد کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا۔ مجاہدین سے محبت کرنا اور جہاد کی تربیت ضرور حاصل کرنا۔ سفیان اور سیف الرحمٰن بھائی آپ جہاد کی تربیت ضرور مکمل کرنا اور اسی راستے پر چلنا۔

میری اللہ سے آپ سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو خالص اپنے دین کا فہم عطا فرمائے اور آپ کو خالص اپنے دین کے لئے استعمال کرے۔ یاد رکھنا! امت مسلمہ کی رگوں میں زندگی کی لہر دوڑانے اور دلوں میں تازہ ولولہ پیدا کرنے کا طریقہ اور امت مسلمہ کی گم گشتہ متاع عزیز کا نقیب جہاد ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

ابوحنظلہ عبدالرحمٰن جانباز

عبادہ بن قیس طلباء

تکلفات زندگی سے بے نیازی

اللہ تعالیٰ کے متقی اور مقرب بندوں کا وصف جو انہیں ہر حال میں اطمینان کی دولت سے مالا مال رکھتا ہے

انجینئر علی حیدر

سادگی...... یہ موضوع اتنا سادہ نہیں مگر اس پر کچھ لوگ حد سے نکلتے ہوئے رہبانیت، صوفیت اور سادھوازم کو اختیار کرتے ہوئے کفر کی طرف چلے گئے اور کتنے ہی لوگ اس سے پہلو تہی کرتے ہوئے دنیا کے دلدادہ بن گئے۔ شیطان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ انسان کو اصل راہ سے بھٹکاتے ہوئے یا تو حد سے آگے لے جائے یا پیچھے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا رستہ ہے اس پر نہ آنے دے۔ ہمیں ہر ایک کام میں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کو نمونہ بنانا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی اور بڑے سے بڑے کام میں بھی چاہے وہ خانہ داری، رہن سہن کا معاملہ ہو یا عالمی سیاست کا، یا چاہے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک اور برتاؤ کا معاملہ ہو ہمیں ہر حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لینا ہے۔

نعمتوں کو استعمال کرنے کے لحاظ سے لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلے وہ جو دنیا کو ہدف بناتے ہیں۔ دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اپنی تمام کوششوں، صلاحیتوں، توانائیوں کو دن رات استعمال کر کے دنیا کا سٹیٹس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

آج ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ دنیا کی فکر میں دن رات ایک کئے دیتے ہیں۔ نہ ان کو نماز کی فکر، نہ آخرت کی، بس دنیا کی فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم کوئی افسر بن جائیں، بہت بڑے تاجر بن جائیں، کار بھی ہمارے پاس آجائے، ایک اچھا گھر بھی ہمارے پاس ہو، نوکر چاکر ہوں، خوب بینک بیلنس ہو، ان کو دین کی فکر ہی نہیں۔

دوسرے وہ ہیں جو دین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، دین کے کام بھی کرتے ہیں مگر تکلفانہ زندگی گزارتے ہیں۔ جہاں ایک دو جوڑے سے کام چل سکتا تھا وہاں دسیوں جوڑے بنائے ہوتے ہیں۔ ایک جوتے کی ضرورت ہے مگر کئی جوتے پاس ہیں۔ نت نیا فیشن اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کمائی حلال کی ہوتی ہے مگر اللہ کی نعمتوں میں اسراف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ. (سورہ الاعراف۔ آیت: 31)

"کھاؤ پیو مگر حد سے نہ بڑھو یعنی اسراف نہ کرو، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

میرے بھائیو! اللہ جس بندے کو پسند نہیں کرتا وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ جس طرح آپ جس کو ناپسند کرتے ہوں، اس کا اپنے گھر یا کمرے میں آنا ناپسند کرتے ہیں، تو جس کو اللہ رب العالمین پسند نہیں کرتے وہ جنت میں کس طرح داخل ہو سکتا ہے؟ ہم اسراف کے حوالے سے اور مثالیں دیکھتے ہیں جو ہماری زندگی میں نظر آتی ہیں۔ ہم کھانا کھاتے ہیں تو کھانا زیادہ ڈال لیتے ہیں اور یوں آدھے سے زیادہ ضائع ہو جاتا ہے۔ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر بھی ہم بہت زیادہ کھانا ضائع کرتے ہیں۔

> آج امریکہ کو نہتے، کنگلے، پھٹے جوتوں اور کپڑوں والے شکست دے رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کا اللہ سے تعلق مضبوط ہے، وہ روکھی سوکھی پر گزارہ کر لیتے ہیں۔ محل نما گھروں میں نہیں رہتے

اگر ہم نے تکلفات کو نہ چھوڑا، اسراف کو نہ چھوڑا، سادگی کو نہ اپنایا تو اللہ کے ساتھ کیا ہوا جنت کا سودا خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ دنیا کی زندگی عموماً 50,60 سال ہے۔ آدھی عمر تو بچپن کی لاابالی شرارتوں اور نوجوانی کی مستیوں میں گزر جاتی ہے۔ اس کے بعد باقی عمر بندہ دن رات ایک کر کے دنیا کماتا ہے اور دین کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ سادگی چھوڑ کر اسراف کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی یہ چیز نہیں، کبھی وہ چیز نہیں، فلاں چیز کی بھی ضرورت ہے۔ غرض یہ کہ اپنی خواہشات کو حاصل کرنے کے لئے دن رات ایک کر دیتا ہے۔ اپنے اللہ کو بھول جاتا ہے۔ بندے کو دنیا کے پچاس سال تو نظر آتے ہیں مگر اسے قیامت کے پچاس ہزار سال کا ایک دن نظر نہیں آتا، جس دن اس سے دنیا کی ساری نعمتوں کا حساب لیا جائے گا۔

قیامت کے دن دنیا کے سب سے زیادہ نعمتوں میں رہنے والے انسان کو جہنم کا ایک چکر لگوایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ بتا کبھی کوئی نعمت دیکھی ہے۔ تو کہے گا اے اللہ! میں نے تو کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی۔ اسی طرح دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت کا ایک جھونکا میسر کرے گا اور پوچھے گا سناؤ کبھی تکلیف، پریشانی یا کوئی مصیبت دیکھی ہے تو کہے گا اے اللہ! میں نے تو کبھی کوئی مصیبت دیکھی ہی نہیں۔ (مسلم: 2807)

ہم نے سادگی اختیار کرنی ہے، میانہ روی سے رہنا ہے۔ اس کے لئے ہم نے اپنے سے نیچے کی طرف دیکھنا ہے نہ کہ اپنے سے اوپر کی طرف۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی بات کی تلقین کی ہے "دنیا کے معاملے میں اوپر کی طرف مت دیکھا کرو، نیچے کی طرف دیکھا کرو، اس سے تم اللہ کی نعمتوں کی بے قدری نہیں کرو گے"۔ (مسلم: 2963)

ہم نے ہر معاملے میں نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنا ہے۔ ہم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر سادہ تھے۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ تکلفات والی زندگی نہیں گزارتے بلکہ وہ بالکل سادہ زندگی گزارتے ہیں۔

ہم نے بھی ناز ونعم والی زندگی سے بچنا ہے' اپنے آپ کو سادہ بنانا ہے۔اسراف سے بچنا ہے اور تکلفات کو چھوڑ دینا ہے۔اس دنیا کو عارضی سمجھنا ہے اور آخرت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔

اسی طرح جو چیز آخرت کے لئے رکاوٹ بنتی ہے اس کو چھوڑ دینا اور جو آخرت میں نجات کا سبب بنتی ہے اس کو حاصل کر لینا۔ ہم مصعب بن عمیر ؓ کو دیکھیں جو اسلام لانے سے پہلے بہت ناز ونعم والی زندگی گزارتے تھے۔جب دنیا سے گئے تو ان کے تن پر کفن بھی پورا نہیں تھا۔ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے' پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔اسلام کے لئے جو کچھ چھوڑنا پڑا انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔حضرت عمر بن خطاب ؓ نبی ﷺ کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں اور جا کر دیکھا کہ آپ چٹائی پر سو رہے ہیں اور ایک کونے میں تھوڑے سے جو رکھے ہوئے ہیں۔ بڑے پریشان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے عمر ؓ کیا ہوا؟ کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ دعا کیجئے اللہ آپ ﷺ کی امت پر رزق کی کشادگی کرے۔ یہ قیصر وکسریٰ اللہ تعالیٰ کے باغی اتنی نعمتوں میں رہتے ہیں اور آپ دو جہانوں کے سردار...... آپ ﷺ کو چٹائی پر بستر بھی میسر نہیں ہے۔آپ ﷺ نے جواب دیا: اے عمر کیا تو یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دنیا کا مال دے دے اور ہمیں اس کے بدلے میں اپنی جنتوں کی ابدی نعمتیں عطا کرے۔(مسلم:1479)

جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اسی دنیا کو بچا کر رکھتے ہیں۔ ہمارے گھر بھرے ہوئے ہیں' اکاؤنٹس بھرے ہوئے ہیں۔ فضولیات پر بے تحاشہ خرچ کرتے ہیں۔جبکہ اللہ کی راہ میں دینا ہمیں بہت مشکل لگتا ہے۔ آج ہم یہ سوچتے ہیں کہ اتنا مال ہو جائے تو ہمارا سٹیٹس بن جائے۔

آج اگر ایک آدمی بیس ہزار کما رہا ہے تو وہ بیس کا بیس ہی خرچ کر رہا ہے۔ وہی آدمی چالیس ہزار کمانا شروع کر دیتا ہے تو اس کا خرچ چالیس ہزار روپے ہو جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ بیس ہزار سے ہی اپنے خرچ کو پورا کرتا اور باقی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا۔ سادگی کی ایک اور مثال میں آپ کو نبی ﷺ کی سیرت سے بتاتا چلوں۔ آپ ﷺ لوگوں میں لونڈیاں اور غلام تقسیم کر رہے ہیں۔ بیٹی آ کر مانگتی ہے تو آپ ﷺ کہتے ہیں میری بیٹی گھر جا' میں آ کر بتاؤں گا۔رات کو جا کر کہا میں تم کو غلام اور لونڈی سے زیادہ بہتر بات بتا دیتا ہوں۔جب رات سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو ''سبحان اللہ اور الحمد للہ 33,33 دفعہ اور اللہ اکبر 34 دفعہ پڑھ کر پھونک لیا کرو۔'' (بخاری:6318)

یہ ہے کردار ہمارے نبی ﷺ کا' اپنی اولاد کو آسائشوں میں نہیں رکھا بلکہ محنت ومشقت کا عادی بنایا۔اسی طرح ہم عمر بن خطاب ؓ کو دیکھتے ہیں' پیوند والے کپڑے پہنتے ہیں۔کیا خیال ہے کہ ان کے پاس پیسہ نہیں تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! مجھے مسکین لوگوں میں زندہ رکھنا اور مسکین مارنا اور مسکینوں میں ہی مجھے اٹھایا جائے۔ (ترمذی:2352)

آج کے دور کی ایک مثال میں آپ کے سامنے رکھتا چلوں۔حافظ عبداللہ بہاولپوری ؒ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ساری زندگی وہ ان کے پاس پڑھتے تھے۔نہ پنکھے کے نیچے سونے دیتے تھے' نہ استری والے کپڑے پہننے دیتے تھے۔کیا یہ دونوں چیزیں حرام ہیں؟ بالکل نہیں مگر یہ دین دار لوگوں کی نشانی ہے کہ وہ سادگی کو اختیار کرتے ہیں۔آج ہم ہیں کہ اپنے کپڑوں کو سلوٹیں بھی نہیں آنے دیتے۔ایک سے بڑھ کر ایک چیز کی طلب میں رہتے ہیں۔وہ چیز میرے پاس آ جائے' فلاں بھی آ جائے۔اس کے پاس ہے تو میرے پاس کیوں نہیں۔ قناعت نہیں کرنی' آسائشوں کو اختیار کرتے ہوئے اپنے آپ کو سہل بنا لینا ہے۔ہم نبی ﷺ کے طریقے کو بھول چکے ہیں اور صحابہ ؓ کے رستے سے دور ہو چکے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی بات کی تلقین کی ہے'' دنیا کے معاملے میں اوپر کی طرف مت دیکھا کرو' نیچے کی طرف دیکھا کرو' اس سے تم اللہ کی نعمتوں کی بے قدری نہیں کرو گے''۔(مسلم:2963)

جب مسلمانوں نے فلسطین فتح کیا تو عیسائیوں نے ایک شرط رکھی۔وہ شرط یہ تھی کہ امیر المومنین خود آ کر فلسطین کی چابیاں لے لیں۔اب ایک سواری ہے' کبھی امیر المومنین خود اس پر سوار ہوتے ہیں کبھی غلام کو سوار کرتے ہیں۔اتفاق کی بات دیکھئے جب فلسطین قریب آیا تو خود پیدل چل رہے تھے۔غلام سوار ہے' مہار ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے اور چل رہے ہیں۔گرد وغبار میں اٹے ہوئے اور پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ابو عبیدہ بن جراح ؓ شہر سے نکل کر استقبال کے لئے آئے' حالت دیکھ کر کہتے ہیں: آپ کو وہ لوگ اس حالت میں دیکھ کر کیا کہیں گے۔ آپ ہاتھ منہ دھو کر کپڑے بدل لیجئے۔سواری پر بیٹھ جائیں' میرے پاس کافی سواریاں ہیں۔

اللہ اکبر! آدھی دنیا کے خلیفہ عمر بن خطاب ؓ کیا کہتے ہیں تم کیا سمجھتے ہو دنیا کے ظاہری تکلفات میں ہماری عزت ہے' ہم ذلیل ترین قوم تھے' اللہ نے ہمیں اسلام کی وجہ سے عزت دی اور جو شخص اسلام کو چھوڑ کر تکلفات اور آسائشوں کی زندگی اپنائے گا ،کافروں کی پیروی کرے گا ،اس میں ان کے ساتھ مقابلہ بازی کرے گا' رب ذوالجلال اس کو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ ہماری عزت تو وہ ہے جو اللہ نے ہمیں دی۔عزت تو وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری سے ملتی ہے۔اس کی عزت نہیں جو دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ والا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے رستے کا باغی ہو۔آج ہمارا سیٹ اپ' گیٹ اپ' سٹیٹس خراب ہوتا جا رہا ہے۔اگر ہمارا سٹیٹس ہماری دعوت کے کام کو' ہماری عبادات کو بہتر کر رہا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ اگر ہمارا معیار زندگی دین کے کام میں سستی کا سبب بنے اور یہ سہولتیں نماز سے ہمیں دور کر دیں تو ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ہم نے اس کے بارے میں سوچنا ہے کہ ہم کہیں آسائشوں میں مبتلا ہو کر دین سے دور تو نہیں ہو گئے۔دعوت کا کام تو نہیں چھوڑ دیا۔دین کے غلبہ کے لئے کام سے تو نہیں پیچھے ہٹ گئے۔شاعر نے کیا خوب کہا:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

آج ہمارا اصل مسئلہ اللہ سے تعلق کا ہے' ہمارا اللہ سے تعلق مضبوط نہیں رہا۔آج امریکہ کو نہتے' کنگلے' پھٹے جوتوں اور کپڑوں والے شکست دے رہے ہیں۔وجہ یہ ہے کہ ان کا اللہ سے تعلق مضبوط ہے۔وہ روکھی سوکھی پر گزارہ کر لیتے ہیں۔محل نما گھروں میں نہیں رہتے۔

آج کفار نے ہمیں زندگی کی دوڑ میں لگا دیا ہے۔ہر کوئی اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔یہ کافروں کی سازش ہے کہ مسلمانوں کو آسائشوں میں ڈال دیا جائے تاکہ وہ سہل پسند ہو جائیں۔دین سے دور ہٹ جائیں' جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیں۔

میرے بھائیو! ہم نے اپنے آپ کو اور اپنے گھروں کو سادہ بنانا ہے۔آسائشوں کو چھوڑنا ہے۔تکلفات سے گریز کرنا ہے۔کافروں کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے۔جہاد فی سبیل اللہ کو اختیار کرنا ہے۔مظلوم مسلمانوں کی مدد کو جانا ہے۔اسلام کو غالب کرنا ہے۔ان شاء اللہ

دعا ہے کہ اللہ ہمیں ان تمام باتوں کو اپنانے کی اور عمل کی توفیق دے اور جب تک زندہ رکھے ایمان پر زندہ رکھے۔موت دے تو قبولیت والی شہادت کی موت عطا فرمائے۔آمین

جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو (الحدیث)

ویلنٹائن ڈے

محبت کے نام پر حیا باختگی کا درس آخر کب تک؟

عثمان افتخار

''دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔''

یہ فقرہ ہم کئی جگہ پر سنتے اور پڑھتے ہیں۔ مفکرین کی بڑی باتیں ہمیں سننے کو ملتی ہیں۔ گلوبل ویلج کے نظریہ سے ہی ہمیں دنیا میں بہت سی چیزوں سے متعلق آگاہی ملی اور اسی کی بدولت دنیا کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع میسر آیا ہے۔ الغرض یہ کہ گلوبلائزیشن کے بعد دنیا کے ایک کونے میں ہوئے واقعات کا اثر دوسری طرف دیکھا گیا ہے۔

ہمارا موضوع گلوبل ویلج کے فوائد و نقصانات نہیں بلکہ فروری کے اس ماہ میں خرافات سے بھرپور ایک وہ دن ہے جو مسلمانوں کی تہذیب کا حصہ نہ تھا اور نہ ہی اس دن کے حوالے سے اسلام میں کوئی گنجائش ہے۔

☆......☆......☆

موٹر سائیکل ساٹھ ستر کی رفتار سے چلی جا رہی تھی کہ اچانک موٹر سائیکل سوار کو اپنی رفتار کم کر کے اس خاص منظر کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ روزانہ تین' چار بار سوار کا ادھر سے گزر ہوتا مگر یہ معاملہ پہلے کبھی نظر نہیں آیا اور نہ یہ جگہ کسی دکان کیلئے مخصوص تھی۔ اسی شش و پنج میں رفتار پھر بڑھائی مگر اس معاملے کا کانٹا اس کے ذہن میں ویسے کا ویسا ہی اٹکا ہوا تھا۔ شام کو وہ یونیورسٹی گیا تو مسئلہ اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھا کہ یہ معاملہ ہے پہلے تو کبھی یہاں ایسا کوئی معاملہ نظر نہیں آیا مگر آج یہ کیا خاص بات ہے؟ دوستوں نے بھی استفسار کیا کہ کس معاملے کا ذکر کر رہے ہو۔ اس نے جواباً کہا کہ یونیورسٹی گیٹ پر ''پھولوں'' کی دکان سجی دیکھی ہے اور بڑے زور و شور سے وہاں بالخصوص سرخ گلاب کی خرید و فروخت جاری تھی تو ''یار لوگوں'' نے اس کی کم علمی پر طنز و مزاح کے خوب نشتر چلائے اور اپنی راہ لی۔ وہ بھی پریشان کہ میں واقعی اتنا کم علم تھا......؟

یہ صرف اس کا ہی حال نہیں بلکہ آج سے چند سال پہلے آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان خرافات سے متعلق شاید کم لوگ ہی جانتے ہوں۔ جی قارئین! 14 فروری یعنی ''ویلنٹائن'' ڈے کا تذکرہ ہو رہا ہے جو کفار کی تہذیبی یلغار اور میڈیا کی بھرپور کوریج کی بدولت ہر گزرتے سال کے ساتھ مزید جوش و خروش کے ساتھ منایا جانے لگا ہے۔ پہلے پہل تو یہ دن مخصوص کمیونٹی مناتی تھی جو خود ذہنی پستی کا شکار تھی اور یورپ کے ہر رسم و رواج کو من و عن قبول کرنے کو اپنے لئے باعث نجات سمجھتی تھی۔ جن کا خیال تھا کہ اگر ہم نے یورپ سے درآمد شدہ ایک بھی رسم چھوڑ دی تو نہ جانے ہم دنیا سے کتنے سو سال پیچھے چلے جائیں گے۔ 14 فروری جسے ''ویلنٹائن ڈے'' کہا جاتا ہے' کا اگر ہم تاریخی جائزہ لیں تو اس دن کی بنیاد ہی معاشرے میں بے راہروی اور فحاشی کا موجب نظر آتی ہے۔

14 فروری کو یہ دن خصوصاً یورپ میں ایسے منایا جاتا ہے جیسے اس دن لوگوں نے بے حیائی کا سرٹیفکیٹ لے لیا ہو۔ ان کی نقالی میں پاکستان میں بھی یہ گھٹیا فعل پروان چڑھتا جا رہا ہے

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق اس دن کا تعلق رومیوں کے دیوتا ''کوپر کالیا'' سے ہے جہاں بطور تہوار یہ دن منایا جاتا تھا اور بعض کے مطابق یہ دن سینٹ ویلنٹائن کی مناسبت سے منایا جاتا ہے جسے رومن محبت کا دیوتا کہتے ہیں۔ اس واقعہ کے مطابق ویلنٹائن کو مذہب تبدیل نہ کرنے کے جرم میں قید کی سزا ہوئی۔ وہاں وہ جیلر کی بیٹی کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ جب اسے سولی پر چڑھایا جانے لگا تو اس نے جیلر کی بیٹی کے لئے الوداعی پیغام چھوڑا اور آخر میں لکھا تمہارا ''ویلنٹائن''۔ یوں اسی مناسبت سے اس دن کو ''یوم تجدید محبت'' کا نام دیا جانے لگا مگر اس کے پیچھے ایک دوسرا واقعہ بڑی شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ تیسری صدی عیسوی کا ایک رومی پادری تھا جس کا نام ویلنٹائن تھا۔ اس پادری عیسائیوں کے ہاں مقدس باپ کا درجہ رکھتا ہے جو گناہوں سے لوگوں کو پاک کرتا ہے۔ ان پادریوں کے ساتھ کلیساؤں میں مقیم کنواری لڑکیاں جنہیں راہبائیں کہا جاتا ہے، کے لئے شادی کرنا حرام خیال کیا جاتا ہے۔ اسی پادری اور ایک راہبہ کے درمیان محبت کی پینگیں بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں۔ جب ہوس مزید بڑھنے لگی تو پادری راہبہ کو رام کرنے کی لئے اپنا من گھڑت خواب بیان کرتا ہے کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ اگر کوئی راہب اور راہبہ 14 فروری کے دن زنا کر لیں تو ان پر کوئی جرم نہیں ہوگا۔ آخر یہ دونوں اپنے مذموم ارادوں کو پایہ تکمیل پہنچاتے ہیں۔ یوں کلیسا کے مذہبی تقدس کو پامال کرنے کی سزا میں دونوں کو سزائے موت دے دی جاتی ہے۔

اس واقعہ سے ہمیں دو چیزیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پہلی یہ کہ جب بھی انسان فطرت کے مخالف چلتا ہے تو وہ یوں ہی بھٹکتا پھرتا ہے اور شیطان اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیتا ہے۔ رشتہ ازدواج سے منسلک ہونا عین فطرت ہے اور اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ عیسائیت کے نام لیوا پیروکاروں نے اس فطرتی عمل سے منہ موڑا اور اپنے آپ پر شادی کو حرام کیا جس سے کئی برائیاں ان میں پھوٹ پڑیں۔ اس پادری اور راہبہ کے واقعے کو بعض لوگوں نے کچھ عرصہ بعد باقاعدہ محبت کے لئے ویلنٹائن کو شہیدِ محبت کا درجہ دے کر منانا شروع کر دیا۔

ان واقعات کا تعلق رومن لوگوں سے ہو یا کسی مغربی پادری سے ،اسلام سے اس کا ہرگز تعلق نہیں ۔دوسری چیز جس پر ہمارے معاشرے کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے' وہ یہ کہ ہم مغرب کی نقالی میں اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ جو ہماری خاندانی روایات ہوا کرتی تھی ہم انھیں بھی پس پشت ڈالتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح اسلام کوئی بھی جو عائلی زندگی کا محافظ ہے' جس میں رشتوں کو اہمیت اور عزت وتکریم دی جاتی ہے۔ جہاں عورت کا ماں ،بہن ، بیوی کے روپ میں تقدس موجود ہے۔ ہم نے مغرب کی اندھی تقلید میں عورت کو محض کھیل تماشہ اور اپنی ہوس کی تسکین کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارا معاشرہ اس برائی کی جڑ کو سمجھتا، نکاح جیسی سنت پر عمل ہوتا' تا کہ معاشرے کو برائیوں سے محفوظ بنایا جا سکتا مگر نکاح کے رستے میں اسی معاشرے نے سو طرح کی رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ کہیں لڑکے کے کمانے کے قابل ہونے کا بہانہ لگایا گیا تو کہیں لڑکی کو پڑھائی کے نام پر انتظار کی سولی چڑھایا گیا جس کے نتیجے میں وہ غیر شرعی راستے اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔

جس معاشرے کی ہم نے تقلید شروع کی ذرا ایک لمحے کے لئے اس معاشرے سے پردہ اٹھا کر تو دیکھیں کہ اس کی صورتحال کیا ہے؟ جہاں عائلی نظام تباہی کے دہانے پر ہے۔ بچوں کو اپنے باپ کے نام کا پتہ ہی نہیں۔

میرا ویلنٹائن ڈے منانے والوں سے صرف ایک سوال ہے کہ جب وہ سرخ گلاب حوا کی بیٹی کو پیش کرتے ہیں تو کیا اپنے مقدس رشتوں کو بھول چکے ہوتے ہیں کہ وہ بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔

لیکن رونے کو اس وقت جی چاہتا ہے جب ان خرافات میں سب سے آگے ہم اپنی درسگاہوں کو پاتے ہیں۔ جہاں گھر والوں نے تو ہمیں تعلیم وتربیت کے لئے بھیجا تھا، ہم پر اعتماد کیا تھا مگر ہم اس اعتماد کا جنازہ نکالتے ہوئے ذرہ برابر نہیں چوکتے۔ اس دن میچنگ سرخ کپڑے' جوتے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں سرخ گلاب یا سرخ رنگ کا کوئی تحفہ۔

ہمیں رسول ﷺ کے فرمان کو مدنظر رکھنا چاہیے تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَالَمْ تَسْتَحیی فَاصْنَعْ مَاشِئتَ

''جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کر''

(بخاری۔ کتاب الادب:6120)

جب انسان سے شرم وحیا بھی چھن جاتی ہے تو اس میں حیوانیت در آتی ہے۔ سچ ہے کہ پھر اپنی ہی بہن یا بیٹی کے سر سے آنچل کھینچتے تو ضمیر پر ذرا بھی خراش نہیں آتی۔

مغرب کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں سے شرم وحیا کو چھین کر انہیں جنسی تسکین میں حیوانوں کے برابر لا کھڑا کیا جائے۔ اسی مادر پدر آزاد معاشرے کا حال دیکھیے کہ ہرگزرتے لمحے کے ساتھ وہاں ''زیادتی'' کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی مادر پدر آزادی کا خوفناک چہرہ ہم پچھلے دنوں بھارت میں ہوئے زیادتی کے واقعات سے دیکھ سکتے ہیں۔ جس میں دہلی میں پانچ اوباشوں نے میڈیکل کی ایک طالبہ کو بس میں ہوس کا نشانہ بنا کر تشدد کیا جس کے بعد وہ ہلاک ہوگئی اور انڈیا میں مظاہرے شروع ہوگئے۔ یہ ویلنٹائن ڈے اور اس طرح کی دوسری خرافات جن کو آج ہم معمولی سمجھتے ہیں کل کلاں یہ ہمارے گلے کا طوق ثابت ہوسکتی ہیں۔

بقول شاعر:

میں نے دیکھا ہے بے پردگی میں الجھ کر ہم نے
اکثر اپنے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیئے
نئی تہذیب کی بے رخ بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیئے

ہم مغرب کی نقالی میں اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ جو ہماری خاندانی روایات ہوا کرتی تھی ہم انھیں بھی پس پشت ڈالتے جا رہے ہیں اسی طرح اسلام کو بھی، جو عائلی زندگی کا محافظ ہے' جس میں رشتوں کو اہمیت اور عزت وتکریم دی جاتی ہے

14 فروری کو یہ دن خصوصاً یورپ میں ایسے منایا جاتا ہے جیسے اس دن لوگوں نے بے حیائی کا سرٹیفیکیٹ لے لیا ہو۔ ان کی نقالی میں پاکستان میں بھی یہ گھٹیا فعل پروان چڑھتا جا رہا ہے۔ وہ لوگ جو اس بے حیائی کو مسلمانوں میں پروان چڑھانا چاہتے ہیں ان کو اللہ کی وعید سامنے رکھنی چاہیے۔

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. (سورۃالنور۔ آیت:18)

''بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اس دن کے منانے والوں کو رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان پر نظر ڈالنی چاہیے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' (ابو داؤد:4031)

''جو جس قوم کی مشابہت رکھتا ہے وہ انہیں میں سے ہے''

محبت کے نام پر عزتوں پر نقب لگانے والے نوجوانوں کو ایک صحابی کا واقعہ ذہن میں رکھنا چاہیے: جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے زنا کی اجازت دیں۔ اس مجلس میں جو صحابہ کرام ؓ تھے وہ اس نوجوان کی گفتگو سے سخت ناراض ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں خاموش رہنے کا کہا اور نوجوان کو اپنے قریب بلایا اور اس سے مختلف سوال پوچھے کہ کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ ایسا کرے؟ اس نے انکار میں جواب دیا۔ الغرض رسول اللہ ﷺ اسے دیگر رشتے گنواتے گئے اور پوچھتے گئے کیا تو ان کے ساتھ ایسا پسند کرے گا؟ تو ہر بار جواب نفی میں تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بالکل اسی طرح کوئی شخص بھی نہیں چاہتا کہ اس کی ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ یہ معاملہ ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی مغفرت کے لئے دعا کی اور اس کے دل کی پاکیزگی کے ساتھ شرمگاہ کی حفاظت کی بھی دعا کی۔

(مسنداحمد)

ویلنٹائن ڈے پر غیر محرم مرد یا عورت ایک دوسرے کو اظہار محبت کے لئے پھول یا کارڈ پیش کرتے ہیں جس سے بے باکی کے در کھلتے ہیں اور انسان اپنے دل میں غیر اخلاقی تعلقات کا خواہاں ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد سارے ہی کام سر انجام پاتے ہیں۔ جو شرعی طور پر جائز نہیں۔ اس لئے ہمیں برائیوں کی طرف کھلنے والے اس دریچے کو قطعی طور پر بند رکھنا چاہیے تا کہ عزتوں کی پامالی اور معاشرے میں بگاڑ سے بچا جا سکے۔ اس لئے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے' وہ یہ کہ انسان کی نظروں کی حفاظت ہو کیونکہ انسان میں کوئی بھی بگاڑ شروع ہوتا ہے تو اس کی غلط نظر بازی کی وجہ سے۔ بندے کی گفتگو اور نظر، چال ڈھال میں شرم و حیاء اور ایمان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں' ان میں سے کوئی ایک چیز اٹھا لی جائے تو دوسری بھی اٹھا لی جاتی ہے۔

(مستدرك الحاكم:58)

ویلنٹائن ڈے منانے والوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ ایمان وہ گوہر نایاب ہے جسے بندے کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنا چاہیے۔

بقیہ / آکسفورڈ یونیورسٹی پریس

اس میں مصنف اس طرح بے ہودگی پھیلا رہا ہے:

"While levis lay there giving birth and singing and while Matt quelled the wild horpies at best he could. His robbers were sitting by the fire down in the great stone ball, eating and drinking and behaving as cowidly as two horpies themselves."

قارئین! خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا یہ نصاب بچوں کو پڑھایا جانا چاہیے۔ جو بیان کے قابل بھی نہیں۔

ایک کتاب کا نام ہے" Black Beard" یعنی" کالی داڑھی والا" ہے ۔نام سے ہی پتہ چل جاتا ہے یہ کس قسم کی کتاب ہے۔اس میں مصنف لکھتا ہے کہ:

Black Beard's name was known far and wide on America. Some people said:he was the devil himself and no wonder they were scared and was safe from black beard. He sailed off the coast of Carolina robbing every ship, he set eyes on.

مصنف اس کا آغاز ہی ان الفاظ سے کرتا ہے: "ایک کالی داڑھی والا جو امریکہ میں دور دور تک جانا جاتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے یہ شیطان ہے اس لئے وہ اس سے ڈرتے تھے۔ کوئی بھی کالی داڑھی والے سے محفوظ نہیں تھا۔ اس نے کیرولینا کے ساحل تک سفر کیا جس بحری جہاز پر اس کی نظر پڑی اس نے اسے لوٹ لیا۔"

پچھلی قسطوں میں بھی ہم نے نوٹ کیا کہ منفی کردار والے مرد کو داڑھی میں دکھایا گیا مثلاً چور، ڈاکو، جن، بھوت اور گندگی میں لتھڑے ہوئے افراد کی داڑھی بڑی نمایاں دکھائی گئی ہے۔ اس سے انھوں نے بچوں کو یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ داڑھی والے انسان ہمیشہ منفی کردار رکھتے ہیں۔ اس کتاب کا تو ٹائٹل ہی "کالی داڑھی والا" ہے۔ اس انداز میں داڑھی کی توہین کی گئی ہے کہ پڑھنے والوں کے دل میں داڑھی والے آدمی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جب ان کتابوں کو بچے پڑھیں گے تو وہ بالاولیٰ ہی ان باتوں کا اثر قبول کریں گے کیونکہ ان کے ذہن خالی ہوتے ہیں جو کچھ اس میں بھر دیا جائے وہی نقش ہو جاتا ہے۔ جب داڑھی والے آدمی کو ڈاکو دکھایا جائے گا تو ان پڑھنے والے بچوں کو ہر داڑھی والا آدمی ڈاکو لگے گا اور وہ اس سے نفرت کریں گے۔

نبی کریم ﷺ کی سیاہ داڑھی تھی اور انھوں نے داڑھی بڑھانے کا حکم بھی دیا۔ اس لئے داڑھی رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ نبی ﷺ کا جہاں حکم آجائے وہ عمل بھی لازم ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ کے پاس کسریٰ کے دو سپاہی آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے آئے۔ ان کے چہروں پر داڑھی کٹی ہوئی اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے چہروں کو دیکھ کر چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سے آئے تو آپ نے اپنا چہرہ مبارک پھر پھیر لیا اور ساتھ ان سے پوچھا:

بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ مذہب سے بیزاری اور اہل مذہب سے نفرت پیدا کی جا رہی ہے۔ جس طرح وہ خود مذہب کو مذاق سمجھتے ہیں ہمارے "مسلمان بچوں" کو بھی اس کی تعلیم دی جا رہی ہے

تمہیں کس نے داڑھی کٹوانے اور مونچھیں بڑھانے کا حکم دیا ہے؟ وہ کہنے لگے ہمارے خدا (بادشاہ) نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے تو داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اسے کٹوانا ناپسندیدہ ترین عمل ہے۔ کفار تو نبی کریم ﷺ بغض وعناد کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ سنت نبوی کو بدنام کیا جائے لیکن بحیثیت مسلمان ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس سنت کو زندہ رکھیں اور اس کی توہین کرنے والے نصاب کو دیس سے نکال دیں۔ چہ جائے کہ اپنے بچوں کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑا جائے۔

اب آتے ہیں ایک اور کتاب کی طرف جو کہ عقیدۂ توحید پر وار کرتی نظر آتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں انتہائی غلط نظریہ دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام" Tales of the Underworld" ہے۔

اس میں مصنف لکھتا ہے:

Orpheous was the finest musican and singer who ever lived. His playing and singing were so beautiful. Then Apollow himself,The God of the sun and music come down from mount Oympus and gave Orpheous his own lyre."You will have make greater music on than i can , said God."

استغفراللہ!! شرک کی انتہا پر مبنی مواد مسلمان بچوں کے ذہنوں پر کیا اثر کرے گا۔ ہمیں تو چاہیے تھا بچوں کے ننھے ذہنوں میں عقیدہ توحید مضبوط کیا جائے لیکن ہم اعلیٰ معیاری تعلیم کے نام پر اپنے بچوں کو شرک کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

مصنف لکھتا ہے: Orpheous دنیا کا ایک بہترین موسیقار اور گلوکار تھا۔ اس کے گانا گانے کی آواز بڑی خوبصورت تھی۔ پھر Apallow جو سورج اور موسیقی کا خدا ہے وہ اولیمپس کی پہاڑی سے نیچے اتر آیا اور Orpheous کو اپنی دھن دے دی اور خدا نے کہا کہ تم بہت ہی اچھا میوزک بجاؤ گے اور مجھ سے بھی زیادہ ...... یہ ساری کتاب ایسے مواد سے بھری پڑی ہے۔

قارئین اکرام! آپ نے دیکھ لیا کہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس عقیدہ وایمان، شرم وحیاء اور اخلاق کا خاتمہ کرنے میں مگن ہے۔ یہ مسلمان طلباء کے خالی ذہنوں میں اسلام مخالف نظریات نقش کرنے میں مگن ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ایسے نصاب سے اپنے بچوں کو بچایا جائے اور اپنا نصاب ترتیب دیا جائے جو طلباء کی تعلیمی مہارتوں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اسلامی تشخص بھی قائم کرے۔ اگر ہم اپنے بچوں کو ایسے سکولوں میں پڑھاتے رہے جس میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کا نصاب پڑھایا جاتا ہے تو عنقریب ہم قوم کے ایسے معمار تیار کریں گے جو نام کے تو مسلمان لیکن ذہنی طور پر مغربی تہذیب کے دلدادہ ہوں گے......

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں اخبار طلباء کا نیا قاری ہوں۔ میں نے پہلی مرتبہ اخبار طلباء پڑھا۔ پڑھ کر محسوس ہوا کہ ایسا میگزین تو پاکستان کے ہر طالبعلم کے لئے ضروری ہے۔

☞......میرے بھائی! آپ بھی اس دعوت میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اپنے زیادہ سے زیادہ دوستوں تک اس کا تعارف پہنچائیں تا کہ وہ بھی اس نیک کام میں شریک ہوسکیں

(بلال طاہر۔ٹوبہ)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

محترم بھائی اخبار طلباء بہت اچھا جارہا ہے۔ ایک تجویز ہے کہ اس میں غازیوں کے معرکے شائع کریں۔

☞......کوشش ہوگی کہ جلد یہ سلسلہ شروع کیا جائے

(عامر سہیل۔پنجاب یونیورسٹی)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء بہت اچھا رسالہ ہے۔ مشروم کی طرح اور بھی مضمون شائع کردیں۔ اس دفعہ گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ساہیوال والا مضمون زیادہ معلوماتی نہیں تھا۔

(فرخ الفت۔رحیم یارخان)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء آج کے پرفتن دور میں نہ صرف طلباء کے ذہنوں کو اسلام کی طرف راغب کرتا ہے بلکہ عصری تعلیم کے متعلق بھی مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اخبار طلباء واحد مجلّہ ہے جو طلباء کی اخلاقی، روحانی اور تعلیمی رہنمائی اسلام کی روشنی میں کرنے کے ساتھ ساتھ دنیائے کفر کی اسلام مخالف سازشوں سے پردہ اٹھا کر طلباء کو ان کے مقابل کھڑا کرتا ہے۔ اللہ اس کو مزید ترقی دے۔ آمین

(عبدالرحمٰن۔صادق آباد)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

پچھلی دفعہ اخبار طلباء بہت زبردست تھا۔ ٹائٹل پیج بہت دلچسپ تھا اور اس طرح مزید بھی دلچسپ ہونا چاہیے۔ گزارش ہے کہ انر پیج میں الیکشن کے حوالے سے دلچسپ تحریر شائع کریں یا 2013 کا کیلنڈر۔

(محمد خان۔دیر لوئر)

☞......میرے بھائی کیلنڈر تو پہلے شائع ہوچکا ہے۔ تحریر کے حوالے سے کوشش کریں گے۔

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اخبارِ طلباء جہالت میں روشنی پھیلا رہا ہے۔ میری تجویز ہے کہ توحید کے موضوع پر بھی مضمون شائع کریں تا کہ معاشرے سے شرک ختم ہو اور ذات پات کے متعلق بھی سلسلہ شروع کریں۔

☞......بھائی جان! آپ کی تجاویز کا شکریہ، عقیدہ توحید پر مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ آپ کی دوسری تجویز پر غور کیا جائے گا۔

(نوید ارشد، ریسکیو 1122۔فیصل آباد)

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں نے الحمدللہ اخبار طلباء خود بھی پڑھا ہے اور دو دوستوں کو بھی دیا ہے۔ اس سے بہت زیادہ اصلاح ہوئی۔ میں نے بہت کوشش کی کہ میں اس میں سے کچھ تو خامیاں نکالوں لیکن ایک بھی خامی نہ نکال سکا۔ آخر میں بھائی جان میں آپ کو ایک مشورہ دینا

اپنی رائے اس نمبر پر بھیجئے 0313-5967575

چاہوں گا کہ آپ کسی شہید بھائی کے گھر والوں کے تاثرات ضرور شائع کیا کریں تا کہ لوگوں کی اصلاح ہو۔ اللہ پاک اس رسالہ کو تمام بھائیوں کے لئے مینارۂ نور بنائے۔ آمین

(محمد طاہر خان۔میانوالی)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا میگزین دنیا بھر کے مسلمانوں کا ترجمان ہے اور یہ اسلام دشمنوں کو بے نقاب بھی کررہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا، ملک و ملت کا اور عالم اسلام کا حامی وناصر ہو۔ آمین

(عابد قریشی۔چیئرمین پاکستان امن تحریک)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اس دفعہ کے شمارے میں کافی معلومات ملی ہیں لیکن شہداء کی سوانح حیات پر ایک مضمون ضرور شائع ہونا چاہیے۔ جس طرح کمانڈر ابوصخر ؒ کے بارے میں لکھا گیا۔ ان شاء اللہ جو میں نے عبدالماجد بھائی سے وعدہ کیا تھا پورا کرکے دکھاؤں گا۔ اللہ سب مجاہدین کی قربانیوں کو قبول کرے۔ آمین

(عثمان ابراہیم، کامونکی)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میری طرف سے اخبار طلباء کی ساری ٹیم کو سلام، پہلے میں اخبار طلباء بہت کم پڑھتا تھا۔ اس بار سارے مضمون بہت علمی تھے اور پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام بھائیوں کی کوششیں قبول فرمائے۔

(رائے ایوب، گ ب 432)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء ہمارے لئے تھری جی ٹیکنالوجی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''گناہ: امتحان کی تیاری میں رکاوٹ لکھ کر تو جنید الرحمٰن نے میرا مسئلہ ہی حل کردیا۔ جبکہ دنیا میں ہمیشہ کچھ ایسے کردار ہوتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ زندہ رہنا ہوتا ہے۔ اس طرح انڈیا جیسے کم ظرف اور بے ضمیر ملک کے خلاف اخبار طلباء کا ایک ایسا کردار ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔

(وسیم اعظم۔کلورکوٹ)

☆☆☆☆☆

☆......السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اس ماہ کے اخبار طلباء میں مسعود احمد غازی بھائی کا مضمون بہت اچھا تھا۔ ہمیں اخبار طلباء پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

(ابراہیم۔اے پی ایس کالج، گولارچی)

☆☆☆☆☆

دیگر آراء بھیجنے والے

☆ حذیفہ شیخ۔شہداد پور۔ ☆ عدیل۔راولپنڈی۔ ☆ ساجد محمود، کریم پارک لاہور۔ ☆ وقاص انور۔ مالاکنڈ، درگئی

قسط نمبر 4

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس

9 سے 11 سال کی عمر کے بچوں کا نصاب

نونہالان پاکستان کے ناپختہ ذہنوں پر مغربی تہذیب وثقافت کی چھاپ میں مگن

ساجد الرحمٰن

''آکسفورڈ یونیورسٹی پریس'' ایک ایسا ادارہ ہے کہ جس کا نصاب ہمارے پاکستان کے اکثر بڑے نجی سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔اس نصاب کی سب سے بڑی ''خوبی'' یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی نوجوان نسل کے ایمان وعقیدے،شرم وحیاء اور اسلامی تہذیب وثقافت کو تباہ کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ بظاہر تو اسے بڑے ''سٹینڈرڈ'' کا نصاب سمجھا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ ایک لغو اور واہیات تہذیب کی تعلیم کے سوا کچھ بھی نہیں۔لغو اور واہیات تعلیم اس لئے کہا ہے کہ اس میں اس قسم کا حیا باختہ مواد شامل ہے کہ بچے تو کیا ایک سمجھدار انسان بھی پڑھتے ہوئے شرم محسوس کرے گا۔ایسے نصاب کو ایک مسلمان استاد کیسے پڑھا سکتا ہے جس میں فضول اور ننگی تہذیب پر مبنی مواد شامل ہو بشرطیکہ اس کی ایمانی غیرت قائم ہو۔

پچھلی قسطوں میں ہم آٹھ سال تک کے بچوں کے لئے بنائے گئے ''امپورٹڈ'' نصاب کا جائزہ لے چکے ہیں۔اس قسط میں 8 سال سے 11 سال کے بچوں کے لئے بنائے گئے نصاب کے بارے میں مطالعہ کریں گے کہ اس عمر میں پرورش پاتی ہوئی ننھی پود کیسی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

پہلی کتاب کا ٹائٹل ''What wears sock on its bottom'' اور اس کے مصنف کا نام ''Mark Oliver'' ہے۔اس کتاب میں صرف poems شامل ہیں پہلی نظم کا نام ''Pant'' ہے اس میں شاعر لکھتا ہے۔

"When Mr. Brown went to town
people laughed, cause his trouser fell
down.
What made everyone point and stare
was his lack of underware."

لا حول ولا قوۃ الا باللہ ...... یہ کیسا حیا باختہ نصاب ہے جو اس طرح کی بے ہودہ باتیں بچوں کے ننھے ذہنوں میں نقش کرنے پر تلے ہوا ہے اس قطعہ کا ترجمہ یہ ہے کہ

''جب براؤن قصبہ میں گیا
تو لوگ ہنسنے لگے کیونکہ اس کا ٹراوزر گر گیا
کس چیز نے لوگوں کو اس کی طرف دیکھنے اور گھورنے پر مجبور کیا
وہ یہ کہ اس نے زیر جامہ بھی نہیں پہنا ہوا تھا''

قارئین اکرام! یہ ہے ان کی تہذیب جو ہمارے ننھے منے ملک وقوم کے مستقبل کے معماروں کے پاکیزہ ذہنوں میں انڈیلی جارہی ہے۔عموماً 10-9 سال کا بچہ چوتھی پانچویں کلاس میں ہوتا ہے وہ اس عمر میں ان الفاظ سے کیا سبق حاصل کرے گا۔

اس کے بعد والا نظم کا قطعہ بھی ملاحظہ کریں:

There was a young curate of Sarem.
Whose manner were quite harum,
Searum.
He ran about hurd,
with without pants.
Till Bishop compelled him to wear'an.

''سارم (پادری) کا معاون ایک لڑکا تھا
جس کی حرکتیں بہت غیر ذمہ دارانہ تھیں
وہ سرپٹ بھاگ رہا تھا
بغیر لباس کے......
یہاں تک کہ بشپ نے اسے (لباس) پہننے پر مجبور کیا۔''

یہاں قابل غور چیز یہ ہے کہ بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ مذہب سے بیزاری اور اہل مذہب سے نفرت پیدا کی جارہی ہے۔جس طرح وہ خود مذہب کو مذاق سمجھتے ہیں ہمارے ''مسلمان بچوں'' کو بھی اس کی تعلیم دی جارہی ہے۔

تین کتابیں جو کہ کھیلوں کے موضوعات پر مشتمل ہیں

1. Sport is fun.
2. Training like on Athlete.
3. Odd over.

ان کو پڑھیں تو وہاں ہی لباس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔بمشکل ہی ایک چوتھائی جسم پر لباس ہوگا اور وہ بھی صنف نازک کے جسم پر۔ہماری پھول جیسی ننھی معصوم بچیاں ان کتابوں کا مطالعہ کریں اور وہ بھی چھوٹی عمر میں تو اس ننگی تہذیب سے وہ کیا حاصل کریں گی؟ وہ زندگی بھر بے حیائی کی دنیا میں دھکے کھائیں گی اور روز قیامت ان والدین کا گریبان ضرور پکڑیں گی جنھوں نے ان کو یہ رستہ دکھایا تھا۔

اس کے بعد ایک اور کتاب جس کا نام ''Ronia the Robber's daughter'' ہے اس کتاب میں اس قسم کا نصاب شامل ہے جو بچوں کے لئے بالکل ہی غیر مناسب ہے۔

(باقی صفحہ 38 پر)

ہم نے نوٹ کیا کہ منفی کردار والے مرد کو داڑھی میں دکھایا گیا مثلاً چور، ڈاکو، جن، بھوت اور گندگی میں لتھڑے ہوئے افراد کی داڑھی بڑی نمایاں دکھائی گئی ہے۔اس سے انھوں نے بچوں کو یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ داڑھی والے انسان ہمیشہ منفی کردار رکھتے ہیں

خون کا عطیہ

خون اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔یہ قدرت کا وہ عظیم تحفہ ہے جو سارے جسم میں زندگی کا احساس لے کر دوڑتا ہے۔موت کے بعد پہلی تبدیلی جو انسانی جسم میں آتی ہے وہ خون کی گردش کا رک جانا ہے۔ایک عام آدمی بھی کسی انسان میں زندگی کی رمق دیکھنے کے لئے سب سے پہلے اس کی نبض کو ہی دیکھتا ہے۔جب تک نبض چل رہی ہے تو یہ روح کی موجودگی کی تصدیق کرتی ہے اور جب خون کی گردش رک جاتی ہے تو جسم اور روح کا رشتہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔

بعض اوقات بیماری، آپریشن یا حادثے کی صورت میں خون کے ضائع ہوجانے کی وجہ سے مریض کے جسم میں خون کا انتقال ناگزیر ہوجاتا ہے۔ایسے موقع پر کسی تندرست انسان کی طرف سے خون کا عطیہ مریض کے لئے ایک نئی زندگی کے تحفہ سے کم نہیں ہوتا۔ذیل میں خون کے انتقال کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو عطیۂ خون کے حوالے سے مفید ہوسکتی ہے۔

ہر انسان کے بدن میں خون کا اضافی ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ایک تندرست آدمی ہر چار ماہ بعد خون کی ایک بوتل عطیہ کر سکتا ہے۔جبکہ ذخیرہ شدہ خون فوری طور پر اس کی جگہ لے لیتا ہے۔جس سے اس کی صحت پر مزید بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کا کولیسٹرول بھی قابو میں رہتا ہے۔چار ماہ بعد نیا خون ذخیرے میں آجاتا ہے۔اس سلسلے میں ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ نیا خون بننے کے ساتھ ساتھ بدن میں قوت مدافعت کے عمل کو بھی تقویت ملتی ہے۔مشاہدہ ہے کہ جو صحت مند افراد ہر چوتھے مہینے خون کا عطیہ دیتے ہیں وہ نہ تو موٹاپے میں مبتلا ہوتے ہیں اور نہ انہیں جلد کوئی اور بیماری لاحق ہوتی ہے۔لیکن انتقال خون سے پہلے مکمل خون کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔کیونکہ بہت سی مہلک بیماریاں جیسے ایڈز، ہیپاٹائٹس وغیرہ خون کی وجہ سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتی ہے۔

خون کے اجزاء

عام طور پر خون کے مختلف اجزاء کو الگ الگ کرلیا جاتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

خون کے سرخ خلیات (Packed Cells)
خون کے سفید خلیات (White Blood Cells)
پلیٹ لیٹس (Platelets)
پلازما (Plasma)
فیکٹرز (Factor Concentrates) مثلاً فیکٹر viii اور ix وغیرہ

خون کے اجزاء کا استعمال

مکمل خون کی منتقلی کا تصور تقریباً ختم ہوچکا ہے۔یہ صرف خون کے بہت زیادہ بہہ جانے کی صورت میں لگایا جاتا ہے مثلاً کسی ایکسیڈنٹ کے بعد یا آپریشن کے دوران۔عام طور پر مریض کو خون کا وہی جزو لگایا جاتا ہے جس کی اسے ضرورت ہو۔خون کے مختلف اجزاء کا استعمال کچھ اس طرح ہے:

سرخ خلیات (Packed Cells)

جب مریض کا ہیموگلوبن خطرناک حد تک کم ہوگیا ہو، عام طور پر 8gm/dL سے کم ہونے کی صورت میں۔

سفید خلیات (White Blood cells)

ان کا استعمال شاذونادر ہی کیا جاتا ہے۔صرف اس صورت میں جب جسم میں ایسی شدید انفیکشن ہو جو ادویات سے ٹھیک نہ ہو اور اس کی وجہ سے خون میں سفید خلیوں کی تعداد کم ہوجائے۔

پلیٹ لیٹس (Platelets)

جب خون میں پلیٹ لیٹس کی تعداد معمول سے بہت کم ہوجائے مثال کے طور پر ڈینگی بخار یا ڈینگی ہیمرجک فیور میں۔

پلازما (Plasma)

جب مریض کا خون کسی وجہ سے بہت گاڑھا ہوگیا ہو۔

فیکٹرز (Factor Concentrates)

یہ خون کو جمانے والے مختلف فیکٹرز کی کمی کو پورا کرنے کے لئے دیئے جاتے ہیں۔مثلاً

۱: ہیموفیلیا اے میں فیکٹر VIII کی شدید کمی ہوتی ہے۔جس کو پورا کرنے کے لئے Factor VIII Concentrates دیئے جائیں گے۔

۲: ہیموفیلیا بی میں فیکٹر ix کی شدید کمی ہوتی ہے جس کو

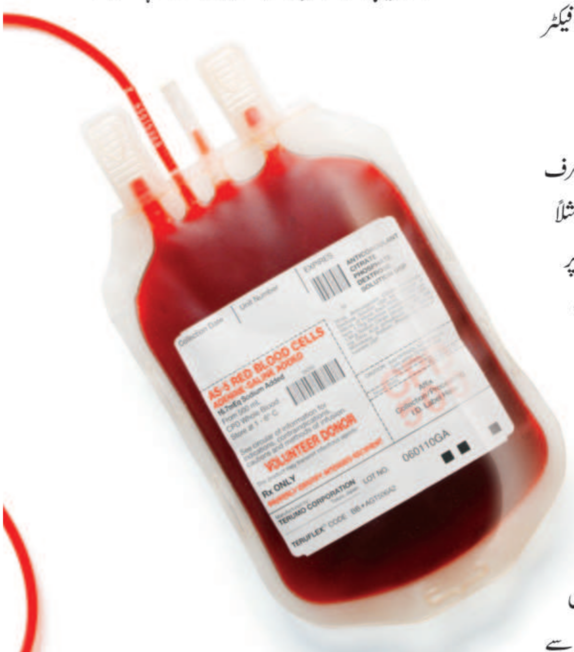

پورا کرنے کے لئے Factor ix Concentrates دیئے جاتے ہیں۔

ڈونر کا انتخاب

ڈونر کے انتخاب میں درج ذیل باتیں بہت اہم ہیں:

- ڈونر کی عمر کم از کم اٹھارہ سال ہو۔
- ڈونر کا وزن کم از کم 50 kg ہو۔
- اسے کبھی یرقان (Jaundice) نہ ہوا ہو۔ (پیدائشی یرقان اس سے مستثنیٰ ہے)
- گزشتہ چھ ماہ میں ملیریا نہ ہوا ہو۔
- دل کی بیماری، بلڈ پریشر، شوگر یا ٹی بی وغیرہ نہ ہوا ہو۔
- کبھی خون نہ لگا ہو۔
- اگر کوئی بڑی سرجری ہوئی ہو تو اسے کم از کم ایک سال گزر چکا ہو۔
- اگر اس سے پہلے کبھی خون دیا ہو تو دوبارہ خون دیتے وقت چار ماہ یا انتہائی صورت میں تین ماہ کا وقفہ رکھا جائے۔
- خون کی کمی نہ ہو۔یعنی خون مین ہیمو گلوبن 12.5g/dL سے زیادہ ہو۔(Hb>12.5g/dl)
- خون دیتے وقت بخار یا کسی قسم کا کوئی انفیکشن نہ ہو۔
- بغیر کچھ کھائے پیئے خون نہ دیا جائے۔
- ڈونر کوئی دوا لے رہا ہو تو اسکے بارے میں مکمل معلومات لی جائیں۔
- نشہ آور ادویات استعمال نہ کرتا ہو۔

خون کے تجزیئے

ان باتوں کی تسلی کر لینے کے بعد تجزیئے کیلئے ڈونر سے خون کا نمونہ حاصل کیا جاتا ہے اور مندرجہ ذیل ٹیسٹ کیے جاتے ہیں:

خون کا گروپ

سب سے پہلے خون کا گروپ معلوم کیا جاتا ہے جیسے بلڈ گروپ ''اے'' ...... بلڈ گروپ ''بی'' بلڈ گروپ ''اے بی'' ...... بلڈ گروپ ''او''

اس کے ساتھ ہی خون میں Rh اینٹی جن کی موجودگی یا غیر موجودگی دریافت کی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے کسی بھی گروپ کو بالترتیب مثبت یا منفی کہا جاتا ہے۔اس طرح خون کے کل آٹھ گروپ ہوتے ہیں۔

سکریننگ (Screening)

مختلف بیماریوں کیلئے خون کی سکریننگ کی جاتی ہے۔مثلاً ایڈز (AIDS)، ہیپاٹائٹس بی، ہیپاٹائٹس سی، آتشک (Syplilis)، ملیریا، اور خون کے ذریعے منتقل ہونے والی دیگر بیماریوں کی لئے۔

کراس میچنگ (Cross-Matching)

مریض اور ڈونر کے خون کا گروپ خواہ ایک ہی ہو مگر پھر بھی اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ ڈونر کا خون مریض کے جسم میں داخل ہوکر مضر ردعمل ظاہر کردے۔اس امکان کو ختم کرنے کی لئے ڈونر کے خون کو مریض کے خون کے ساتھ ملا کر ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔ اس تجزیے کو کراس میچ کہا جاتا ہے۔اس کے ذریعے مریض کے پلازما میں ایسی اینٹی باڈیز دریافت کی جاتی ہیں جو کسی بھی صورت میں ڈونر کے سرخ خلیات کے ساتھ ردعمل کر کے انہیں توڑ پھوڑ سکتی ہے۔کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہ ہونے کی صورت میں ڈونر کو خون لینے کی لئے چن لیا جاتا ہے۔

خون نکالنا (Bleeding)

مکمل تجزیئے کے بعد خون ڈونر کے جسم سے ایک تھیلی میں نکالا جاتا ہے۔خون کی ایک تھیلی لگ بھگ آدھا لیٹر 500ml کی ہوتی ہے۔جس میں 63ml ایسا مادہ ہوتا ہے جو خون کو تھیلی میں جمنے سے روکتا ہے۔اس مائع کو CPD-Adenine کہتے ہیں۔ مریض کو خون لگنے کے بعد مریض کا جگر CPD-Adenine کو خون سے الگ کر لیتا ہے اور یہ خون دوبارہ جمنے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے۔

خون اور اسکے اجزاء کی ذخیرہ کاری

خون اور اسکے اجزاء کو مختلف درجہ حرارات پر ان کی معینہ مدت تک ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔

مکمل خون

2-6 ڈگری سینٹی گریڈ پر 35-28 روز کے لئے۔

سرخ خلیات

2-6 ڈگری سینٹی گریڈ پر 35-28 دن کے لئے۔

پلیٹ لیٹس

اس خون کو فریج میں رکھنے سے خلیات مرجاتے ہیں۔اس لئے انہیں کمرے کے درجہ حرارت (25-20 ڈگری سینٹی گریڈ) پر 5 روز کیلئے رکھا جاتا ہے۔اس دوران پلیٹ لیٹس کو ایسی سطح مہیا کی جاتی ہے جو انہیں مسلسل حرکت میں رکھے، اسے Agitator کہا جاتا ہے۔

پلازما

منفی 35 سے منفی 80 ڈگری سینٹی گریڈ پر تقریباً 1 سال کے لئے۔

فیکٹرز

منفی 35 سے منفی 80 ڈگری سینٹی گریڈ پر تقریباً 1 سال کے لئے۔

جسم میں خون کی بحالی

خون عطیہ کرنے کے بعد جسم کو خون کی مقدار بحال کرنے کی لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔پلازما لیول تو 24 گھنٹوں میں بحال ہوجاتا ہے تاہم خون کے سرخ خلیات کو بحال ہونے میں 5 ہفتے لگ سکتے ہیں۔مندرجہ ذیل تجاویز خون عطیہ کرنے کے بعد جسمانی نظام کی بحالی میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔

- خون عطیہ کرنے سے ایک گھنٹہ قبل ایک سے دو گلاس پانی پی لیں۔ایسا کرنے سے عطیہ کرنے کے دوران خون کے بہاؤ اور دباؤ کو معتدل درجہ پر رکھنا ممکن ہوتا ہے۔
- خون عطیہ کرنے کے بعد اسی دن مشروبات کے استعمال میں اضافہ کردیں اس سلسلے میں پیشاب کے رنگ کو ایک بنیادی پیمانہ مانا جاسکتا ہے۔اگر اس کا رنگ گہرا ہو تو اس کا مطلب کہ جسم میں پانی کی مزید ضرورت ہے۔
- خون عطیہ کرنے کے چند گھنٹے بعد پروٹین سے بھرپور مکمل کھانا کھائیں۔کھانے میں موجود صحت بخش اجزاء جسم کو پلازما کی مقدار بڑھانے میں مدد دیں گے۔
- خون عطیہ کرنے کے بعد کئی ہفتوں تک آئرن سے بھرپور غذا استعمال کریں جیسے گوشت، گہرے رنگ کے سبز پتوں والی سبزیاں، خشک میوہ جات اور خالص گندم پروٹین سے بھرپور

ایک تندرست آدمی ہر چار ماہ بعد خون کی ایک بوتل عطیہ کرسکتا ہے۔جبکہ ذخیرہ شدہ خون فوری طور پر اس کی جگہ لے لیتا ہے۔جس سے اس کی صحت پر مزید بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کا کولیسٹرول بھی قابو میں رہتا ہے۔چار ماہ بعد نیا خون ذخیرے میں آجاتا ہے۔اس سلسلے میں ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ نیا خون بننے کے ساتھ ساتھ بدن میں قوت مدافعت کے عمل کو بھی تقویت ملتی ہے

غذا بھی جسم کی بحالی میں بہت مفید ہے۔

خون عطیہ کرنے کے دو دن بعد تک بھاری وزن اٹھانے سے گریز کریں اور ذرا سی تھکان کی صورت میں فوری آرام کریں۔انسانی جسم میں زیادہ تر پیداواری کام نیند کے دوران ہوتے ہیں چنانچہ ابتداء میں نیند کے معاملے میں لاپرواہی نہ کریں۔

ڈونر کی ذمہ داری

پاکستان کے اچھے بلڈ بنکس اور اسپتالوں میں بھی فقط چند بیماریوں کی لئے خون کی سکریننگ کی جاتی ہے۔جبکہ اکثر جگہوں پر اس کی سہولت موجود نہیں ایسے میں ڈونر کی فراہم کردہ معلومات پر ہی مریض کی صحت کا دارومدار ہوتا ہے۔مثال کے طور پر:

کسی شخص کو کبھی یرقان (Viral Hepatitis) ہوا اور پھر وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا اور زندگی کے کسی حصے میں اسے خون دینے کی ضرورت پڑی مگر بلڈ بنک میں ہسٹری لینے کے دوران وہ اس بات سے انکاری ہو گیا کہ اسے کبھی یرقان ہوا ہے۔کیونکہ اس کے خون کی سکریننگ کے دوران کسی وائرس کی موجودگی کا ثبوت نہیں ملتا۔لہٰذا اس سے خون لے لیا جاتا ہے۔اب یہ خون مریض کو لگا دیا جاتا ہے۔جس کے کچھ عرصے بعد مریض کو انفیکشن ہو جاتا ہے۔

یہ اس لئے ہوا کہ وائرس اکثر انفیکشن ٹھیک ہو جانے کے بعد جسم میں غیر فعال حالت میں (As Inactive Form) زندگی گزارتے ہیں اور سکریننگ کے دوران بھی شناخت نہیں ہوتے۔ اسے وائرس کے لائف سائیکل کا Window phase کہا جاتا ہے۔جیسے ہی وائرس کو سازگار ماحول (مثلاً بیمار جسم جس کا مدافعتی نظام کمزور پڑ چکا ہو) میسر آتا ہے تو یہ دوبارہ Active ہو کر انفیکشن کا باعث بنتا ہے۔

یہ صورتحال اس وقت کی ہے جب خون کی مکمل سکریننگ کی گئی ہو۔جہاں یہ سہولت میسر نہیں وہاں صورتحال کس قدر گھمبیر ہو سکتی ہے!

اب یہ ڈونر کی ذمہ داری ہے کہ وہ خون کا عطیہ کرتے ہوئے اپنی کسی بیماری کو مت چھپائے۔اس لئے اگر آپ خون کا عطیہ دینے جا رہے ہیں تو اس بات کا اطمینان کر لیں کہ آیا آپ کا دیا ہوا خون کا عطیہ مریض کو زندگی بخشے گا یا اس کے لئے وبال جان بن جائے گا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بقیہ — گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی سمن آباد

iii. Waste Management

iv. Food Packing

v. Food and Nutrition

فوڈ ٹیکنالوجی پنجاب میں صرف دو کالجز فیصل آباد اور ساہیوال میں ہوتی ہے۔اس فوڈ ٹیکنالوجی کی مشنری پورے پاکستان میں فیصل آباد میں ہی موجود ہے۔اسکے بعد طلباء فوڈ ٹیکنالوجی میں B.Sc اور M.Sc بھی کر سکتے ہیں۔

کمپیوٹر انفارمیشن ٹیکنالوجی

کمپیوٹر آج ہماری زندگی میں رچ بس چکا ہے۔کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی بدولت موجودہ دور کی ہر نئی ٹیکنالوجی کے متعلق مکمل معلومات ملتی ہیں۔کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دورانیہ ایک سال ہوتا ہے اور اسکے شارٹ کورسز بھی ہوتے ہیں۔

بی ٹیک (B-Tech)

الیکٹریکل اور الیکٹرونکس ٹیکنالوجی میں ہی چار سال کا بی ٹیک پروگرام ہے۔جو ڈپلومہ ان ایسوی ایٹس انجینئرنگ کے بعد کیا جاتا ہے۔B-Tech کا علیحدہ Department ہے۔

شارٹ کورسز

تین سالہ ڈی اے ای اور 4 سالہ بی ٹیک کے علاوہ کالج میں متعلقہ فیلڈز میں مختلف دورانیے کے شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

i۔ 2 سالہ ایچ-این-ڈی (ٹیکسٹائل)

ii۔ سٹی اینڈ گائیڈ پروگرام (UK)

iii۔ کمپیوٹر کے متعلق شارٹ کورسز

iv۔ سول ٹیکنالوجی سے متعلقہ شارٹ کورسز

v۔ شارٹ کورسز ان آئی ٹی (اکیڈمک)

ہاسٹل

کالج کے دو ہاسٹلز ہیں۔ایک DAE اور دوسرا B-Tech کے طلباء کے لئے ہے۔جن میں تقریباً 500 طلباء رہ سکتے ہیں۔

لائبریری

کالج میں ایک خوبصورت اور بڑی لائبریری بھی ہے۔ جس میں طالبعلم کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

فری ڈسپنسری

کالج میں فری ڈسپنسری کی سہولت بھی موجود ہے۔

بقیہ — اسلام اور قدیم ہتھیار

اور بلا شبہ یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا' اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں انداز رکھ اور نیک عمل کرو یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہوں۔ (سورۃ سبا۔آیت:11-10)

زرہ دنیا کا وہ واحد دفاعی ہتھیار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود بنانے کا حکم دیا اور جس کو تیار کرنے والے اللہ کے پیارے نبی صاحب زبور حضرت داؤد علیہ السلام ہیں جن کے ہاتھ سے لوہا بھی پگھل جاتا تھا۔ یہ زرہ آج انسان کے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے کھلی نشانی ہے۔رسول اللہ ﷺ بھی جنگوں میں اس کا استعمال کرتے تھے۔کفار کے لشکر مکمل طور پر زرہوں میں ہوتے تھے اور کہیں تو دو دو زرہیں بھی پہنے ہوتے تھے لیکن اللہ کی مدد سے مسلمانوں نے بڑی بڑی سپر پاورز کو شکست دے دی۔

محترم بھائیو! ہتھیار قدیم دور سے استعمال ہوتے آرہے صرف چند خاص ہتھیاروں کا ذکر ہم نے کیا۔ یہ ہتھیار اللہ کی نعمت ہیں جس طرح دوسری نعمتوں کا ہم سے سوال ہوگا کہ:

"ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ"

قیامت کے دن ان کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ کہیں ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف تو اس کا استعمال نہیں کیا۔

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا' ممکن ہے شیطان اسے اس کے ہاتھ سے چھڑوا دے پھر وہ کسی مسلمان کو مار کر جہنم کے گھڑے میں جا گرے۔ (صحیح بخاری' باب الفتن:7076)

دوسرا جو اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت کی شکل میں ہتھیار دیئے ہیں ہمیں اللہ کا اس پر شکر ادا کرنا چاہیے۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور حکم دیا کہ پوری پوری زرہیں تیار کرو'۔ (سورۃ سبا)

پھر آگے فرمایا کہ نیک عمل کرتے رہو۔یعنی میرے اس دفاعی اسلحہ کا شکر ادا کیسے کرنا ہے کہ نیک عمل کرتے رہو۔پھر آگے خود ہی فرمادیا کہ میرے بہت تھوڑے بندے شکر ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح کفار کے خلاف اپنی تیاری بھی بھرپور رکھنی ہے۔سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو منبر پر کہتے ہوئے سنا: کفار کے ساتھ مقابلے کے لیے ہر ممکن طاقت تیار رکھو۔ پھر فرمایا: سن لو کہ طاقت ''تیر اندازی کرنا'' ہے۔(صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کفار کے خلاف ہر ممکن طاقت تیار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

پھول ستارے

فرمان الٰہی

کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

(سورہ آل عمران:31)

فرمان رسول ﷺ

قیامت کے دن میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

(مسند احمد:361/1)

پہلی بات

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام کے تابندہ ستارو!

امید ہے آپ صحت اور ایمان کی بہترین کیفیت میں ہوں گے۔ پڑھائی بھی خوب کی جارہی ہوگی کیونکہ امتحانات بہت قریب ہیں۔

پیارے بچو! ایک دنیا کے امتحانات ہیں، ان میں بندہ ایک مرتبہ بھی فیل ہوجائے تو اگلی دفعہ دوبارہ دے سکتا ہے اور کامیابی کے امکانات 100 فیصد ہوتے ہیں لیکن ایک امتحان آخرت کا بھی ہے، جس کا دوبارہ چانس بھی نہیں ملے گا۔ جو اس میں فیل ہوگیا وہ ہمیشہ پچھتائے گا اور جو کامیاب ٹھہرا وہ ہمیشہ کی پرلطف زندگی سے مزے اٹھائے گا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اور ہاں! تیاری کے حوالہ سے یہ کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی کریم ﷺ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزارے گا وہ امتحان میں کامیاب ٹھہرے گا اور جو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارے گا وہ ناکام ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ صحیح راستے کا انتخاب کریں گے۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ آمین

والسلام

انچارج پھول ستارے

تاریخی جھرنے

عادل بادشاہ

سیف الدین نامی ایک عرب امیر ہندوستان کے بادشاہ کے پاس آیا۔ اس کی نہ صرف مہمان نوازی کی گئی بلکہ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے اپنی بہن فیروزہ کی شادی اس غریب الدیار سے کردی۔ شادی دھوم دھام سے ہوئی اور بادشاہ نے اسے جاگیر میں گجرات اور کھمبایت کے کچھ علاقے دے دیئے۔ اس بدو نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ بیس دن بعد شاہی محل میں جانے لگا تو بلا اطلاع اندر جانے کا قصد کیا کہ میں چونکہ بادشاہ کا بہنوئی ہوں لہٰذا میرے لیے ادب آداب اور اطلاع وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ دربان نے منع کیا کہ آپ بلا اجازت اندر نہیں جاسکتے مگر امیر نے اس کو جھڑک کر اندر جانا چاہا۔ زبردستی گھسنے لگا تو دربان نے بالوں سے پکڑ کر باہر گھسیٹا۔ امیر نے دربان کو زور سے لاٹھی رسید کی جس سے خون بہنے لگا۔ وہ اس حالت میں بادشاہ کے پاس گیا اور ماجرا بیان کیا بادشاہ نے کہا: جرم ایسا سنگین ہے کہ بادشاہ بھی معاف نہیں کرسکتا، تم قاضی کے پاس جاؤ۔ قاضی کمال الدین شہر کے رئیس القضاۃ تھے۔ ان کے پاس مقدمہ گیا۔ انہوں نے ساری کیفیت سنی اور چونکہ سیف الدین کو اپنے فعل سے انکار نہ تھا۔ اس لیے اسے رات بھر قید رکھا۔ شہزادی فیروزہ نے جو امیر کی بیوی اور بادشاہ کی بہن تھی، بھائی کے خوف سے قید خانے میں بچھونا اور کھانا تک نہ بھیجا۔ دوسرے دن دوپہر کو قاضی نے اس کی رہائی کا حکم دیا۔

(بحوالہ۔ سنہرے فیصلے)

(اخت مزمل ثناءاللہ۔ میاں چنوں)

متقی خلیفہ

وہ نہایت ناز ونعم میں پلا بڑھا تھا' اس کا جسم بھرا ہوا' ملائم اور گورا تھا۔ وہ ایک دن میں تین سے زیادہ دفعہ اپنی پوشاک تبدیل کرتا اور جو خوشبو وہ لگاتا تھا اس کی تو کیا بات تھی۔ جس گلی سے ایک دفعہ اس کا گزر ہو جاتا تو تادیر اس کی خوشبو محسوس کی جاسکتی تھی۔ اس کے باپ کے پاس یمن' شام' مصر اور عراق میں بھی ایک ایک محل تھا۔ اس نوجوان کا نام عمر بن عبدالعزیز تھا۔ لاپرواہی اور بے خوفی میں زندگی کے ایام گزر رہے تھے کہ اللہ تعالی نے اس نوجوان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرلیا اور اسے اپنے راستے کے لئے چن لیا۔

اس دور میں مسلمانوں پر سلیمان بن عبدالملک کی حکمرانی تھی کہ اسے موت کا بلاوا آ گیا۔ دنیا سے جاتے جاتے وہ ایک خفیہ خط کے اندر ایک آدمی کے لئے خلافت کی وصیت لکھ گیا۔ جب اسے دفن کر دیا گیا تو لوگ نئے خلیفہ کے متعلق جاننے کے لئے مسجد میں جمع ہوئے۔ اس دور کے ایک جلیل القدر عالم رجاء بن حیوہ ؒ منبر پر تشریف لائے۔ خلیفہ کا وصیت نامہ سنایا اور بتایا کہ آج کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ؒ ہوں گے۔ عمر بن عبدالعزیز ؒ پہلی صف میں ہی بیٹھے تھے۔ یہ اعلان سن کر انہیں یوں محسوس ہوا کہ ان کا دل شدتِ غم سے پھٹ جائے گا۔ علماء اکرام نے انہیں اٹھا کر منبر پر کھڑا کر دیا۔ ان کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا اور رونے کی وجہ سے ان سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

کچھ سنبھلنے کے بعد انہوں نے لوگوں سے فرمایا: ''تم اپنی اپنی بیعت اپنی گردنوں سے لگائے رکھو' مجھے تمہاری خلافت کی ہرگز خواہش نہیں'' لوگوں نے جب عمر کا یہ دوٹوک جواب سنا تو رونے لگے اور کہنے لگے ''ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہیں بنانا چاہتے'' اس کے بعد خلیفہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ اس میں بھی موت اور اللہ کی یاد تازہ کی۔ ان کی تقریر اتنی اثر انگیز تھی کہ لوگوں کے رونے کی وجہ سے پوری مسجد گونج اٹھی۔ پھر عمر بن عبدالعزیز منبر سے اترے تو آپ کی خدمت میں سواریاں پیش کی گئیں لیکن آپ نے فرمایا: ''نہیں' میں بھی مسلمانوں کا ایک فرد ہوں' فرق صرف یہ ہے کہ سب مسلمانوں سے زیادہ میرے اوپر ذمہ داری کا بوجھ ہے اور میں اللہ کے سامنے اس کا جوابدہ ہوں گا۔ میرا خچر لاؤ وہی میرے لئے کافی ہوگا'' اس کے بعد آپ خچر پر سوار ہو کر گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی فاطمہ کو بلایا اور فرمایا: اے فاطمہ میرے اوپر امت محمدیہ کے امور کی ذمہ دار آ چکی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ عمر بن خطاب جس جغرافیائی نقشے پر حکومت کرتے تھے اس کا رقبہ مشرق میں سندھ سے لے کر مغرب میں طرابلس تک اور شمال میں ترکستان سے لیکر جنوب میں افریقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اگر تو اللہ کو محبوب رکھتی ہے تو اپنا سارا زیور بیت المال کے حوالے کر دے اور اگر تجھے دنیوی زندگی زیادہ محبوب ہے تو آؤ میں تجھے اچھے طریقے سے رخصت کر دوں اور پھر اپنے باپ کے گھر چلی جا''

گھر کے ان امور سے فارغ ہو کر سب سے پہلا کام جو آپ نے سرانجام دیا (نماز پڑھانے کے بعد) وہ یہ تھا کہ آپ نے ظلم و زیادتی کرنے والے وزیروں' مشیروں کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا اور اس کے بعد علماء اور متقین میں سے اپنے وزراء اور امراء کا انتخاب کیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سات علماء کا انتخاب کیا تا کہ وہ نماز عشاء کے بعد ان سے گفتگو کر سکیں اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ چلتا رہے مگر ان علماء کے سامنے تین شرائط رکھی تھیں۔

۱۔ مجلس میں غیبت نہیں ہونی چاہیے۔

۲۔ کسی مسلمان کی شان میں مضحکہ خیز الفاظ نہیں استعمال کریں گے' کسی بات کا غلط مفہوم نہیں لیا جائے گا' کسی قسم کا بے جا شکوہ ان کی خدمت میں پیش نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ مجلس کے اندر ہنسی مذاق کا ماحول نہیں ہونا چاہیے بلکہ دین اور آخرت کے متعلق باتیں ہونی چاہئیں۔

جب عمر بن عبدالعزیز ان کی مجلس میں بیٹھتے تو ان کی آہ و زاری سے لگتا کہ وہ کسی جنازے پر رو رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے طاقت ور غلام مزاحم کو اس کے تقوی کی وجہ سے اپنا وزیر مقرر کیا۔ پھر عمر بن عبدالعزیز منبر پر کھڑے ہوئے۔ آپ کے سامنے مزاحم تلوار لیکر بطور وزیر کھڑا ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں ایک رجسٹر تھا۔ جس میں آپ نے اپنی خلافت کے لئے بڑے بڑے حروف میں معلومات تحریر کر رکھی تھیں۔ آپ نے ان وزراء اور امراء کی دستاویز منگوائیں جس میں انہوں نے اپنے لئے ناجائز طریقے سے زمین الاٹ کی تھی۔ ان تمام دستاویز کو باری باری پھاڑ ڈالا کیونکہ یہ دستاویز ظلم و زیادتی پر مبنی تھیں۔ آپ نے تزکیہ نفس کے لئے ایک مہاجر نامی وزیر کو اپنے پاس رہنے کے لئے منتخب کیا اور فرمایا تم میرے ساتھ ساتھ رہنا اور جب کبھی تم دیکھو کہ میں مسلمانوں پر ظلم کر رہا ہوں' کسی کی بے عزتی یا کسی مومن کو گالی دے رہا ہوں تو میرا دامن پکڑ کر یاددہانی کے طور پر مجھ سے کہنا ''اتقِ اللّٰہ یَاعُمَرُ'' (عمر! اللہ کا خوف کھاؤ) حضرت عمر کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کی اہلیہ سے پوچھا کہ اللہ کے واسطے عمر کے بارے میں کچھ بتائیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! وہ رات بھر نہیں سوتے تھے' ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جھڑ رہے ہیں جیسے بارش سے بھیگی ہوئی چڑیا اپنے پروں سے بارش کا پانی جھاڑتی ہے۔ میں نے عرض کیا: آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ فرمایا: تم پوچھتی ہو مجھے کیا ہو گیا ہے؟ امتِ محمدیہ کے امور کی ذمہ داری میرے ناتواں کندھوں پر آن پڑی ہے۔ ان میں انتہائی کمزور بھی ہیں اور بھوکے پیاسے' فقیر و مسکین بھی اور بیوائیں بھی ہیں پھر کیوں نہ روؤں جبکہ اللہ تعالی ان سبھی لوگوں کے بارے میں مجھ سے قیامت کے روز پوچھے گا۔ پھر میں کیا جواب دوں گا۔ اللہ کا خوف اتنا تھا کہ ایک دن بیت المال کے خزانے کو چیک کرنے گئے۔ بیت کی خوشبو آپ کی ناک میں پہنچی تو آپ نے اپنی ناک بند کرلی۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ خلیفۃ المسلمین نے جواب دیا کہ مجھے خدشہ لاحق ہے کہ کہیں اللہ مجھ سے قیام کے روز یہ نہ پوچھ لے کہ تم نے بیت المال میں مسلمانوں کی خوشبو کیوں سونگھی تھی۔ خلافت کا عہدہ سنبھالنے سے پہلے آپ موٹے تازے تھے لیکن بعد میں آپ انتہائی لاغر ہو گئے۔ ایک عالم دین کا کہنا ہے کہ جس زمانے میں عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر تھے یہ خاصے موٹے تازے اور صحت مند تھے لیکن جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو طواف کعبہ کے دوران میں نے دیکھا کہ کمزوری کی وجہ سے آپ کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔

امیر المومنین عمر عبدالعزیز نے صرف دو سال حکومت کی لیکن آپ کی خلافت، خلافت راشدہ کے بعد سب سے افضل خلافت سمجھی جاتی تھی۔ جب آپ سکرات الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے سات یا آٹھ بیٹوں کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہو گئے تو ان کو دیکھ کر آپ رو پڑے۔ پھر آپ نے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا ''اللہ کی قسم میں نے تمہارے لئے وراثت میں کچھ نہیں چھوڑا (صرف ایک کمرہ چھوڑا تھا) اگر تم نیک صالح ہو تو اللہ صالحین کا کفیل ہے اور اگر فاجر ہو جاؤ تو مصیبت فجور پر میں اپنے مال سے تمہارے ساتھ تعاون نہیں کر سکتا''۔ پھر سارے لڑکے ایک ایک کر کے آگے بڑھے اور آپ کو بوسہ دیا۔ باپ نے اپنے بیٹوں کے لئے دعا کی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے سات یا آٹھ بیٹوں کے لئے صرف بارہ بارہ درہم ترکے میں چھوڑے تھے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز ماہِ رجب 101ھ میں 39 سال 6 ماہ کی عمر میں اس دنیائے فانی سے منہ موڑ گئے۔ آپ کی وفات بنوامیہ کی سازش کے تحت زہر پی لینے سے ہوئی تھی جو کہ آپ ؒ کے ایک غلام نے پلایا تھا۔ (اللھم اغفرلہ وارحمہ)

(بریرہ شاہین محمود۔ شاہ کوٹ)

سبحان اللہ وبحمدہ
سبحان اللہ العظیم

اللہ تعالیٰ کی شان

سمندر کے کھڑے پانی کو اللہ تعالیٰ میٹھا کر کے اٹھاتا ہے اور بارش کی شکل میں برساتا ہے۔ برف بنا کر پاک کرتا ہے۔ یہ پانی ندی نالوں کی صورت زمینوں کو سیراب کرتا ہوا دریاؤں میں اور پھر واپس سمندر میں جا گرتا ہے۔ یہی پانی بکری سے دودھ، ہرن سے مشک، مکھی سے شہد، سانپ سے زہر، سیپ سے نگینہ بنتا اور انسان کے لیے زندگی بن جاتا ہے۔ یہی پانی درختوں سے آم، انار، ناریل بن جاتا ہے، پھر سب کا ذائقہ، تاثیر اور خوشبو الگ الگ ہوتی ہے۔

جاں جس میں ہے اسے رزق الہٰ دیتا ہے
وہ تو پتھر میں بھی کیڑے کو غذا دیتا ہے
دن کو سورج سے زمانے کو ضیاء دیتا ہے
رات کو آسمان چاند ستاروں سے سجا دیتا ہے
غرق کردیتا ہے فرعون کا لشکر پل میں
وہ قافلہ موسیٰ علیہ السلام پار لگا دیتا ہے
آگ میں ڈال دیے جاتے ہیں نبی اس کے
اور وہ اس آگ کو گل گلزار بنا دیتا ہے

(انتخاب: میمونہ عظمت اخت عبدالمنان، جہلم)

پیارے بچو! جیسے ہر چیز، کام اور جگہ کے آداب ہوتے ہیں، ایسے ہی مسجد کے بھی آداب ہیں۔

معاویہ بنت قرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پیاز اور لہسن کی ممانعت کی اور فرمایا کہ پیاز اور لہسن کھا کر مسجد نہ جائیں اور فرمایا اگر تم ان کو لامحالہ کھانا ہی چاہیں تو ان کی بدبو ہی دور کر دیں کیونکہ جس چیز سے آدمی تکلیف پاتے ہیں فرشتے بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ [ابوداؤد: 3827]

حضور ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو اسے کہو اللہ تعالیٰ تجھے تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ [ترمذی 1321]

(ثوبان گلزار عابد، طیبہ ماڈل ارزنی پور)

میرا پسندیدہ شعر

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل علیہ السلام کو آداب فرزندی
وہ کیا خاک کریں گے رفو قوم کا گریباں
جنہیں خود اپنا پھٹا دامن سینا نہیں آتا

(حافظہ ذونیرہ ابنت حاجی محمد یعقوب فاروق آباد)

نظم

الف سے اللہ سب سے بڑا
ب سے بولو بسم اللہ
پ سے پیارا ہے پاکستان
ت سے توبہ کرتے رہو
ٹ سے ٹینک تو کافروں پہ چلا دو
ث سے ثابت رکھو ایمان
ج سے جہاد کو جاری رکھ
چ سے چلو تم حق کی طرف
ح سے حج کر تو
خ سے خرچ کرو اللہ کی راہ میں
د سے دعوت دے دین محمد ﷺ کی
ڈ سے ڈھالو اپنے کردار کو سیرت محمد ﷺ میں
ذ سے ذکر اللہ سے زبان تر رکھو
س سے سب کی مدد کرو
ش سے شیر بہادر بنو
ص سے صابر شاکر بنو
ض سے ضعیف کی خدمت کرو
ع سے علم بھی حاصل کرو
غ سے غور وفکر بھی کرو
ف سے فوراً سیکھ ہنر
ق سے قرآن اللہ کی کتاب وسنت پر عمل کرو
ک سے کر تار ہ انصاف
گ سے گلستان ایمان کو مہکاؤ
ل سے لا الہ الا اللہ
م سے مدد مانگو فقط اللہ سے
ن سے نماز وقت پر پڑھو
و سے وقت کی پابندی کرو
ھ سے ہنس کے سب سے ملو
ی سے یکتہ ہے اللہ کی ہستی

(اخت خالد شہید۔ ملتان)

حرمتِ رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے

حبِ نبی ﷺ کی خاطر تن من کو لٹا دو

اللہ کے فرمان کو تم کر لو قبول
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
نبی ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے
قرآں نے ہمیں بتلائے ہیں یہی اصول
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
حرمت بچالو اپنے نبی ﷺ کی تم آج
سرِعام پامال کرتے ہیں وہ شاتم رسول
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
مل کر ختم کرو تم دشمنان نبی کو
اعلیٰ مقام والے اللہ کے ہیں رسول ﷺ
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
گستاخی جو کرے میرے نبی ﷺ کی شان میں
سر کاٹ کے رکھ دیں گے محافظ رسول ﷺ
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
حب نبی ﷺ کی خاطر تن من کو لٹا دو
رسمیں کفار کی تم چھوڑ دو فضول
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
دین خدا پھیلاؤ ہر سو اے مومنو
دنیا کی لذتوں میں نہ رہو تم مشغول
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
دنیا میں اگر کرو گے اسلام کا پرچار
آخرت میں آسان ہوگا جنت کا حصول
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول
اللہ کے فرمان کو تم کرلو قبول
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول، اطیعو اللہ واطیعو الرسول

(حبیبہ ابوبکر۔ موڑ کھنڈا)

نظم

چناروں کی وادی جہنم نشاں ہے
جہاں ہر طرف آہ فغان ہے
جسے دیکھتا ہوں ستم سہہ رہا ہے
لہو بہہ رہا ہے لہو بہہ رہا ہے
جواں سال بیٹے کے کٹنے کا منظر ہے
وہ ماں کے نہ میت سے ہٹنے کا منظر ہے
ہر اک خونی منظر مجھے کہہ رہا ہے
لہو بہہ رہا ہے لہو بہہ رہا ہے
وہ نم آنکھ زخمی بدن پوچھتی ہے
میری سر برہنہ بہن پوچھتی ہے
بتا ابن قاسم کہاں رہ گیا ہے
لہو بہہ رہا ہے لہو بہہ رہا ہے

(وجیہ کنول۔مریدکے)

کل اور آج

☆لوگ کل تھوڑا کھا کر بھی الحمدللہ کہتے تھے لیکن آج اچھا کھا کر بھی کہتے ہیں مزہ نہیں آیا۔

☆کل عورتیں گھروں کی زینت تھی لیکن آج عورتیں بازاروں کی زینت بننے پر فخر محسوس کرتی ہیں۔

☆کل لوگ اللہ کے دین کی خاطر جان دیتے تھے لیکن آج دولت کی خاطر جان دیتے ہیں۔

☆کل گھروں سے قرآن مجید کی تلاوت کی آوازیں آتی تھیں لیکن آج گھروں سے گانوں کی آوازیں آتی ہیں۔

☆کل اولاد والدین کے حکم کی تکمیل کرتی تھی لیکن آج والدین خود اولاد کے حکم کی تکمیل کرتے ہیں۔

(مبشر حسین چیمہ۔گوجرانوالہ)

معلومات

سوال: اسلام میں سب سے پہلے تلوار کس نے میان سے نکال کر بلند کی؟

جواب: سیدنا زبیر العوام ؓ نے

سوال: اسلام میں سب سے پہلے شہادت کس کو نصیب ہوئی؟

جواب: حارث بن ابی ہالہ ؓ کو

سوال: سب سے پہلے کس نے آپ ﷺ کی ناموس کی خاطر کسی مشرک کو زخمی کیا؟

جواب: آپ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ ؓ

سوال: وہ کون تھے جو میدان جہاد میں اپنے گھوڑے سے بھی آگے نکل گئے؟

جواب: سیدنا مقداد ؓ

سوال: اسلام میں سب سے پہلے کس کا گھوڑا زخمی ہوا اور کس غزوہ میں زخمی ہوا؟

جواب: سیدنا جعفر بن ابی طالب ؓ کا گھوڑا غزوہ موتہ میں۔

(عبدالرحمٰن۔ضلع بہاولنگر)

کرنے کے کام

دنیا کے سبھی غم بھلا ڈالو
آخرت کو اپنا مقصد بنا ڈالو
چار دن زندگی سے کچھ نہ ملے گا
خدا کو یاد کر کے آخرت سجا ڈالو
کفر کی طاقت کہیں بڑھ نہ جائے
اپنی قوتِ ایماں سے اسے مٹا ڈالو
جیو تو شیوہ محمدی کی طرح
موت سے پہلے اپنا گھر جنت میں بنا ڈالو

(ابوعمار ضیاء الرحمٰن۔سرگودھا)

مت کرو

☆مت بیٹھو ایسی جگہ جہاں غلاظت کے انبار ہوں۔
☆مت ملو ان سے جو صرف مطلب کے وقت ملتے ہیں۔
☆مت ملو ان سے جو راستے میں دغا دیتے ہیں۔
☆مت جاؤ ایسی جگہ پر جہاں برائیاں جنم لیتی ہیں۔
☆مت پیو ایسی شے جو صحت کو برباد کردے۔
☆مت چکھو ایسا ذائقہ جو زندگی کو پامال کردے۔
☆مت دیکھو ان کو جو صرف مطلب کا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔
☆مت پکڑو ایسا راستہ جو زندگی کو ویران کردے۔
☆مت کھیلو ایسا کھیل جس سے رسوائیاں ہوں
☆مت پہنو ایسا لباس جس میں نمائش ہو۔

(عائشہ غفار۔طیبہ ماڈل ہائی سکول ارزانی پور)

نماز کی اہمیت

دین اسلام کی عظیم عمارت پانچ ستونوں پر قائم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

اول: اللہ کی وحدانیت اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا۔

دوم: نماز کی ادائیگی۔

سوم: زکوٰۃ کی ادائیگی۔

چہارم: رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

پنجم: حج بیت اللہ۔

(صحیح البخاری۔کتاب الایمان)

پیارے بچو! آپ اس حدیث میں غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمان پر اعمال صالح میں سب سے پہلا اور اساسی عمل جو فرض ہے وہ نماز ہے اور اس کی ادائیگی کی کوئی چھوٹ نہیں۔

نماز کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: کھڑے ہو کر نماز ادا کرو۔ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر نماز ادا کرو۔ اگر بیٹھ کر بھی نماز ادا نہیں کر سکتے تو لیٹ کر نماز ادا کرو۔

(مسند احمد، صحیح بخاری)

(حافظ حذیفہ سیف۔لاہور)

مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے حق مسلمان پر چھ حقوق ہیں پوچھا گیا' اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ وہ کون سے ہیں؟

① فرمایا: جب تو اس سے ملے تو سلام کہہ۔

② جب وہ تجھے دعوت دے قبول کر۔

③ جب تجھ سے مشورہ طلب کرے تو اس کو مشورہ دو۔

④ جب اسے چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو اسے (یَرْحَمُكَ اللّٰہُ) (کہہ کر) جواب دے۔

⑤ جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کر۔

⑥ جب فوت ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جا۔''

(فیضان خالد، نعمان خالد۔رحیم یار خان)

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی سمن آباد

محمد فرقان، نعمان اشرف

اس کالج کا آغاز 1960ء میں پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ سے ہوا۔1981ء میں اسے کالج آف ٹیکنالوجی کا درجہ دے دیا گیا۔یہ فیصل آباد کے مشہور علاقے سمن آباد میں کالج روڈ پر واقع ہے۔اس روڈ کو کالج روڈ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر بہت سے کالجز واقع ہیں جن میں ڈگری کالج، گورنمنٹ کالج آف سائنس، گورنمنٹ کالج آف ایجوکشن اور گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی سرفہرست ہیں۔

ڈیپارٹمنٹس

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی سمن آباد میں DAE یعنی 3 سالہ ڈپلومہ آف ایسوسی ایٹ انجینئرنگ کی فنی تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔اس کالج میں DAE کے 8 شعبہ جات ہیں۔اس کے علاوہ بی ٹیک 4 سالہ پروگرام بھی کروایا جاتا ہے۔DAE کے پروگرام درج ذیل ہیں:

1۔مکینیکل ٹیکنالوجی
2۔الیکٹریکل ٹیکنالوجی
3۔سول ٹیکنالوجی
4۔انسٹرومنٹ ٹیکنالوجی
5۔آٹو اینڈ فارم ٹیکنالوجی
6۔ٹیکسٹائل ٹیکنالوجی
7۔فوڈ ٹیکنالوجی
8۔کمپیوٹر انفارمیشن ٹیکنالوجی

DAE کی مدت 3 سال اور B-Tech کی مدت 4 سال تک ہوتی ہے۔

مکینیکل ٹیکنالوجی

اس ٹیکنالوجی میں Metal Worth، Foundry، Welding اور Machine Design کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔کوئی بھی انڈسٹری مکینیکل ٹیکنالوجی چاہے یہ مینوفیکچرنگ کی ہو یا پروسیس کی اس کے بغیر نہیں چل سکتی۔

الیکٹریکل ٹیکنالوجی

اس ٹیکنالوجی میں وائرنگ، Function of Electrical، A.C Machine کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔بجلی گھروں اور اداروں میں ہر جگہ استعمال ہوتی ہے۔یہ ٹیکنالوجی بڑی اہم ہے۔اس میں مزید تعلیم کے مواقع (Ph.D) تک بھی جاتے ہیں۔

سول ٹیکنالوجی

یہ ٹیکنالوجی زمانہ قدیم سے موجود ہے۔اس میں Construction, Surveying اور Civil Drafting کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔اسکی اور بھی بہت سی شاخیں ہیں۔

انسٹرومنٹ ٹیکنالوجی

یہ ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جس میں پیمائش اور کنٹرول مثلاً: پریشر، ٹمپریچر، لیول، بہاؤ اور تبادلہ وغیرہ کیلئے انسٹرومنٹس کا استعمال سکھایا جاتا ہے۔اس میں Industrial Process، Measurement، Electronic Transducer، Sensor، Detector، Variable کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔

آٹو اینڈ فارم ٹیکنالوجی

آٹوموبائل ہماری زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔اس ٹیکنالوجی میں گاڑیوں کے بارے ان کی مشینری اور ان کے کام کے طریقوں کے متعلق پڑھایا جاتا ہے۔

ٹیکسٹائل ٹیکنالوجی

اس میں FSc یا DAE کے بعد دو سالہ ڈائنگ اینڈ فنشنگ کا ڈپلومہ کروایا جاتا ہے۔اس ٹیکنالوجی میں کپڑے کو ڈیزائن کرنا اور بنانے کے متعلق پڑھایا جاتا ہے۔اسی طرح اس کے شارٹ کورسز بھی ہوتے ہیں۔

فوڈ ٹیکنالوجی

غذا انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔فوڈ انڈسٹری دنیا کی سب سے بڑی انڈسٹری ہے۔اس ٹیکنالوجی میں مندرجہ ذیل شعبوں کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے۔

i. Food Plant Layout And Hygiene

ii. Food Chemistry

(باقی صفحہ 43 پر)

VISION
ISLAM

Feb-Mar 2013

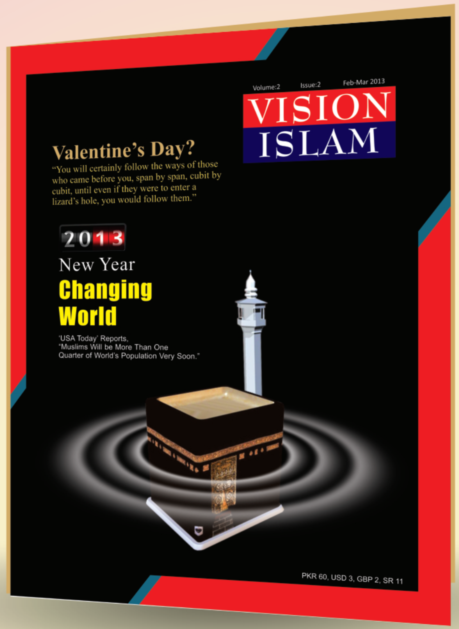

Bi. Monthly

Rs. **60**-/

Hurry up!

get your copy from

the distributor of "Akhbar-e-Talaba

Al-Muhammadia Students Pakistan

Contact: 0321-7305563